Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

ناظم	مدیر
مولانا عبد السلام	مفتی محمد رضوان

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد امجد — حکیم محمد فیضان — غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ..............300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....مذہبی ہم آہنگی اور انتہا پسندی ....مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۲۸، آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹) ...... حضرت آدم وحوّا کا زمین پر بھیجا جانا .... // // ۹
درسِ حدیث ....استخارہ کے فضائل واحکام (قسط ۲) .... // // ۱۵

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ محرم: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں ....مولوی طارق محمود ۲۰
تھانہ بھون کے مزار کا حالیہ مُعمّہ .... مفتی محمد رضوان ۲۲
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۱۰) ....ترتیب: مفتی محمد رضوان ۲۴
عیدالاضحیٰ اور قربانی کا اہم سبق ....مفتی محمد رضوان ۳۰
تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات (قسط ۱) ....عبدالواحد قیصرانی ۳۸
صحابیٔ رسول حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ (دوسری وآخری قسط) ....انیس احمد حنیف ۴۰
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۳) ....مفتی محمد امجد حسین ۴۴
راستہ کے آداب (دوسری وآخری قسط) ....مفتی محمد رضوان ۴۸
مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط ۹) ....ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۵۰
مدرسین ومعلمین سے چند باتیں (قسط ۱) .... // // ۵۴
علم کے مینار ....ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط ۱۴) ....مولانا محمد امجد حسین ۵۷
تذکرۂ اولیاء: .. تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۱۰) .... // // ۶۲
پیارے بچو! .... پڑھنا لکھنا کیوں ضروری ہے؟ ....مفتی ابوریحان ۶۵
بزمِ خواتین ... سونے چاندی کا استعمال اور اس کے شرعی تقاضے (دوسری وآخری قسط) ... مفتی ابوشعیب ۶۸
آپ کے دینی مسائل کا حل .... مَردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق کا ثبوت ......ادارہ ۷۲
کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات ....ترتیب: مفتی محمد یونس ۹۳
عبرت کدہ .... حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۶) ....مولوی طارق محمود ۹۶
طب وصحت .... امرود (GUAVA) ....حکیم محمد فیضان ۱۰۰
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز ....مولانا محمد امجد حسین ۱۰۲
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں ....ابرار حسین ستی ۱۰۳
The Beginning of New IslamicYear and Our Condition .... // // ۱۰۶
ماہنامہ التبلیغ جلد نمبر 3 کی اجمالی فہرست ....ابوہریرۃ ۱۰۷

Idara Ghufran

اداریہ　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　مفتی محمد رضوان

مذہبی ہم آہنگی اور انتہا پسندی

ایک عرصہ سے بعض مقتدر حلقوں کی جانب سے پے در پے یہ بازگشت سنائی دے رہی ہے کہ:

انتہا پسندی سے اسلام اور مذہبی دنیا کو سخت اور سنگین خطرات لاحق ہیں ، اس وقت بین المذاھب ہم آہنگی کی سخت ضرورت ہے اس قسم کے الفاظ مختلف عنوانوں کے ساتھ مختلف ذرائع سے عوام تک پہنچا کر یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب بھی پائے جاتے ہیں ان سب کا احترام اوران کو سچ اور حق سمجھنا ضروری ہے، جولوگ اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار سمجھ کر دوسرے مذاھب کو غلط قرار دیتے ہیں یا دوسروں کو اسلام کے غلط اور کمزور ترجمان سمجھتے ہیں، انہیں کسی حال میں اس انتہاء پسندی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، ہم اعتدال پسندی اور روشن خیالی کو اختیار کر کے ہی اکیسویں صدی کے چیلنجوں سے نمٹ سکتے ہیں، اور مذہبی انتہا پسندی کے عناصر کو ہر قدم پر کچل دیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔

مذہبی انتہا پسندی اور اس کے مقابلہ میں مذہبی ہم آہنگی کیا ہے؟ اور اس قسم کی کوششوں کے پس پردہ کیا عوامل واسباب ہیں؟ ان سب چیزوں کا بنظرِ انصاف جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اس بات میں ذرّہ برابر شک کی گنجائش نہیں کہ حقیقی اعتدال پسندی اور روشن خیالی اور وسعتِ نظری، کی جتنی اسلام نے حوصلہ افزائی کی ہے، دنیا میں پائے جانے والے کسی مذہب میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام کی اول سے لے کر آخر تک ساری تعلیمات حقیقی اعتدال پر مبنی ہیں، اسلام کی تعلیمات سے ذرا آگے یا پیچھے ہٹنا اوران میں کانٹ چھانٹ اور کتر بیونت کرنا ، دراصل اعتدال سے ہٹنا اور انتہا پسندی و شدت پسندی کی طرف جانا ہے۔

اسی طرح اسلام کے جتنے عقائد ونظریات ہیں وہ سب کے سب انسان کے دل ودماغ کو روشن اور منور کرنے کے لئے ہیں، ہدایت ہی دراصل حقیقی روشنی ہے، اوراس کے مقابلہ میں ان نظریات وعقائد کو چھوڑ کر دوسرے عقائد ونظریات کو اختیار کرنا ضلالت اور تاریکی ہے۔قرآن مجید میں ہدایت کو نور، روشنی اور ضلالت کو تاریکی واندھیرا قرار دیا گیا ہے (سورہ عنکبوت آیت ۳۸، معارف القرآن ج۶ ص ۶۸۳)

Idara Ghufran

لہٰذا اس بات میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جو شخص بھی اسلام کی تعلیمات پر جتنی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ نظریاتی وعملی طور پر کار بند ہوگا وہ اسی درجہ کا حقیقی اعتدال پسند اور روشن خیال قرار دیا جائے گا، اور جو شخص اسلام کی تعلیمات سے جس درجہ ہٹا ہوا ہوگا وہ اسی درجہ کا تاریک خیال اور انتہا پسند اور اعتدال پسندی سے ہٹا ہوا سمجھا جائے گا۔

اس حقیقی اعتدال پسندی اور روشن خیالی اور انتہاء پسندی کے مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اب یہ فیصلہ کرنا کوئی بھی مشکل نہ ہوگا کہ ذرائع ابلاغ پر جس طبقہ کی طرف سے اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا دعوی کیا جارہا ہے اور انتہا پسندی کی برائی اور مذمت بیان کی جارہی ہے، اس طبقہ کی اپنی اعتدال پسندی اور روشن خیالی اور اس کے مقابلہ میں انتہا پسندی کی کیا حالت ہے،

ہمیں امید ہے کہ بنظر انصاف خالی الذہن ہوکر غور کرنے کے نتیجہ میں اس کی حقیقت سے پردہ چاک ہونے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوگی۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ''چور مچائے شور'' والی بات ہورہی ہو؛ یا ''بچہ بغل میں ڈھنڈورا شہر میں'' یا پھر ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' والی مثال صادق آرہی ہو۔

ہر زمانے اور ہر دور میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلہ میں مقتدر حلقوں کی جانب سے انبیائے کرام علیہم السلام پر اس قسم کے الزامات عائد کئے جاتے رہے ہیں۔ فرعون، قارون وغیرہ جیسے مقتدر حلقے بھی لوگوں کو اسی قسم کی باتیں کہہ کر انبیائے کرام علیہم السلام سے متنفر کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

لہٰذا جو حضرات اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام پر پوری طرح مضبوطی کے ساتھ کار بند ہوں، ان پر انتہا پسندی کا الزام عائد کرنا سراسر خیانت اور زیادتی ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص مذہبی تعلیمات اور اس کے احکامات میں غلو کرتا ہے اور ان میں اپنی طرف سے خواہ مخواہ کی قیدیں اور شرطیں لگاتا ہے وہ واقعی انتہاء پسند ہے، جس کو شریعت خود بھی اعتدال سے ہٹنے والا قرار دیتی ہے، اس میں کسی کے فتوے کی ضرورت نہیں، لیکن انتہا پسندی اور شدت پسندی جیسے الفاظ کی آڑ اور سہارا لے کر مذہبی احکامات میں کتر بونت اور کانٹ چھانٹ کرنے اور اسلامی احکامات کو ان کے درجات سے گھٹانے کی اسلام کسی کو اجازت نہیں دیتا، خواہ وہ کوئی عالمِ دین ہو، یا کوئی حکمران ہو۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کسی کو اسلام اور دینی مذہب پر اجارہ داری اور ٹھیکیداری قائم کرنے کی

اجازت نہیں دی جا سکتی، تو یہ بات بلاشبہ درست ہے، لیکن اس میں بھی وہی پہلی والی غلطی یا خیانت کا ارتکاب ہو رہا ہے۔

اس لئے کہ اسلام پر جاگیرداری اور ٹھیکیداری کے اگر یہ معنٰی ہیں کہ اسلام کے صحیح اور ٹھیک احکامات کی ترجمانی اور اس کے مقابلہ میں غلط اور غیر اسلامی نظریات واعمال کی نشاندہی کرنے اور بالفاظِ دیگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی، تو یہ دعوی خود اسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے اور اس دینی و شرعی اہم ذمہ داری پر جاگیرداری اور ٹھیکیداری کا الزام لگانا ہی دراصل خود اسلام پر جاگیرداری اور ٹھیکیداری قائم کرنا ہے، کیونکہ اسلام کے صحیح اور غلط تقاضوں کی نشاندہی کرنا دراصل ایک ذمہ داری اور نگرانی ہے اس کو ٹھیکیداری اور جاگیرداری کا نام دینا ہی غلط ہے۔

اور یہ بات کسی بھی عقلمند سے مخفی نہیں کہ ہر شعبہ اور فن کے ماہرین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس شعبہ اور اس فن کی حفاظت کے لئے صحیح اور غلط اصولوں کی نشاندہی کریں اور اس فن اور شعبہ کے حقیقی اور اس کے مقابلہ میں نام نہاد ماہرین کی وضاحت کریں، اور صحیح اور غلط تحقیق کا تعین کریں، کیونکہ اس شعبہ اور فن سے تعلق اور نسبت اور ذمہ داری کا تقاضا یہی ہے۔

چنانچہ عدالت میں ہونے والے فیصلوں کے متعلق صحیح اور غلط کی نشاندہی کرنا ججوں اور وکیلوں کی ذمہ داری سمجھا اور قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ یہی اس فن اور شعبہ کے ماہرین ہیں۔

طب اور ڈاکٹری اور انجینئر نگ کے فن میں سامنے آنے والے غلط اور صحیح موقف اور تحقیق کی نشاندہی کرنا ماہر ڈاکٹروں اور انجینئروں کی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہی اس فن کے ماہرین ہیں۔

تو دنیا کے کسی بھی فن اور شعبہ کے ماہرین کی اس شعبہ میں کئے جانے والے اقدامات کے متعلق غلط اور صحیح کی نشاندہی کرنے والوں کو جس طرح جاگیرداری اور اجارہ داری کا الزام عائد کرنا دنیا کے قاعدے اور قانون میں غلط ہے اور جس طرح دنیا کے کسی فن سے تعلق نہ رکھنے والے لوگ اگر اس فن کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں اور متعلقہ فن کے ماہرین اس کو غلط قرار دیں اور ماہرین فن پر اجارہ اور جاگیرداری کا الزام لگائیں مثلاً کوئی موچی انجینئر نگ کے فن دان ماہرین کی رائے کو غلط کہے، جس طرح اس کو غلط قرار دیا جاتا ہے بعینہ یہی معاملہ دین اور مذہب کا بھی ہے کہ جن لوگوں کا یہ شعبہ نہ ہو مثلاً دینی احکام سے نابلد سیاسی لوگ، ان کا دین و مذہب کے ماہرین مثلاً اہلِ حق علماء پر جاگیرداری اور ٹھیکیداری کا الزام عائد کرنا

بھی غلط ہے۔

بہرحال ذمہ داری اور جاگیرداری یا ٹھیکیداری الگ الگ چیزیں ہیں، ان کا مفہوم ایک دوسرے سے مختلف ہے اوران کے مفہوم کو باہم خلط وملط کرنا غلط ہے۔

اور جہاں تک مذہبی ہم آہنگی کا تعلق ہے تو بین المذاہب ہم آہنگی کے گول مول الفاظ کی وضاحت ضروری ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اوراس کا کیا مطلب ہے؟

اگر یہ مراد اور یہ مطلب ہو جیسا کہ مستشرقین کا کہنا ہے کہ:

دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب صحیح اور برحق ہیں اور جس شخص کا بھی جس مذہب سے تعلق ہو اس کا یہ تعلق بالکل صحیح ہے اوراس کو اس کے مذہب سے نفرت دلا کر کسی دوسرے مذہب کی طرف دعوت دینا یا ایک مذہب کے مقابلہ میں دوسرے مذہب کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دینا غلط ہے؛ اور عربی میں اسی مفہوم کو ''تقاربِ ادیان'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

تو یہ مطلب اور یہ مراد کم از کم اسلام کی واضح تعلیمات کے تو بالکل خلاف ہے، اگرچہ دوسرے مذاہب کے موافق ہو قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے:

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَام'' (سورہ آل عمران آیت ۱۹)

کہ اصل دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

'' وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ'' (سورہ آل عمران آیت ۸۵)

کہ جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرے گا، اس کو قبول ومنظور نہیں کیا جائے گا۔

مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو حقیقی وابدی کامیابی کی طرف بلاتا ہے اوراس کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں ان کے ساتھ تعلق رکھ کر انسان ابدی اور حقیقی ناکامی میں مبتلا ہوتا ہے، مذہب اسلام کے علاوہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا اگر اسی مذہب پر ایمان رکھتے ہوئے فوت ہو جاتا ہے تو اس کے لئے آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکامی اور عذاب اور رسوائی ہے تو دوسرے مذاہب کو حق قرار دینا یہ دراصل دوسرے مذہب والوں کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی ہے اور گویا کہ ان کو جہنم اور عذاب کی دعوت

Idara Ghufran

دینا ہے؛ جبکہ مذہب اسلام ساری انسانیت کو جہنم سے بچا کر جنت کی دعوت دیتا ہے۔

آج کل میڈیا کے ذریعہ سے بعض اسلامی چہرے تقابلِ ادیان کے عنوان سے کام کررہے ہیں، ان کا یہ کام بظاہر تو بڑا خوشنما اور مزین معلوم ہوتا ہے کہ جس مذہب سے تعلق رکھنے والا بھی ان سے کسی اسلامی معاملہ کے متعلق سوال و گفتگو کرتا ہے تو وہ اس کے جواب میں اسی مذہب کے حوالہ سے اسلام کی اس بات کا جواب دیتا ہے، جس سے مسلمان خوش ہوتے ہیں کہ اسلام کی ہر بات کو دوسرے مذہب سے ثابت کیا جارہا ہے۔

لیکن ذرا اس بات کی گہرائی میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ اس میٹھے اور شیریں انداز اور طرزِ عمل میں کتنا خطرناک زہر شامل ہے۔

چنانچہ جب اسلام کی ہر بات کو دوسرے ہر مذہب سے ثابت کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ اور مآل سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب برحق ہیں اور تمام مذاہب میں وہ سب باتیں پائی جاتی ہیں جو مذہبِ اسلام میں موجود ہیں۔

حالانکہ اولاً تو تمام مذاہب ہی آسمانی نہیں ہیں وہ سرے سے ہی خودساختہ ہیں اور اسلام کے علاوہ جو مذہب آسمانی بھی ہیں، ان سب میں تحریف ہوچکی ہے اور کوئی مذہب بھی اپنی اصلی اور حقیقی حالت پر باقی نہیں رہا۔

لہٰذا ان لوگوں کے طرزِ عمل کے بارے میں ہم یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ اوپر سے میٹھے اور شیریں انداز میں یہ ''تقابلِ ادیان'' کی شکل وصورت لیے ہوئے ہے لیکن اندر سے اس کا زہر وہی ہے یعنی ''تقاربِ ادیان'' اور تقاربِ ادیان کے فتنہ ہی کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

پھر مذہبی انتہا پسندی کا جو نعرہ دنیا میں لگایا جارہا ہے، ان لوگوں کے نزدیک اس کا مصداق اور مورد صرف مذہبِ اسلام اور سچے ، پکے مسلمان ہیں، حالانکہ دنیا میں سینکڑوں اور ہزاروں مذاہب پائے جاتے ہیں ،اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں انتہاء پسندی کیوں نظر نہیں آتی اور انتہا پسندی کا الزام ہمیشہ اور ہر جگہ مذہب اِسلام کے ساتھ ہی کیوں جوڑا جاتا اور نتھی کیا جاتا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ کافروں نے عموماً اور مستشرقین (ORIENTALIST) نے خصوصاً دینِ اسلام اور مذہبِ اسلام کے بارے میں جب دیکھا کہ دینِ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے

تمام مراحل کا حل پیش کرتا ہے اور پوری زندگی کا نظام اور ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے، اور مذہبِ اسلام میں کسی بھی اعتبار اور کسی بھی جہت سے کوئی نقص اور کمی نہیں، جو شخص مذہبِ اسلام کے ساتھ پوری طرح وابستہ ہوتا ہے اس کو دوسرے مذہب والوں کا بہکانا، پھسلانا یا اپنی سازشوں کا حصہ بنانا یا کسی بھی طرح اپنے ماتحت اور تابع بنانا مشکل ہوتا ہے اور مذہبِ اسلام ہی دنیا کا ایسا واحد مذہب ہے جو دنیا میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور ہر مذہب اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد واشخاص اس کی طرف رجوع کررہے اور مذہبِ اسلام کو قبول کررہے ہیں۔

اس سے ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو ایک دن وہ آئے گا کہ دنیا پر مذہبِ اسلام والوں کا غلبہ ہوگا اور ہم مغلوب ہوجائیں گے۔

اس لیے اس کے سدباب کے لیے انہوں نے یہ راہ نکالی کہ مذہبی انتہاپسندی کا شوشہ چھوڑ کر سچے اور پکے مسلمانوں کو بدنام کیا جائے اور مسلمانوں کے مقتدر حلقوں کو کسی طرح دھوکہ میں مبتلا کر کے ان کے خلاف اقدامات کیے جائیں۔

افسوس کہ مسلمانوں کے بہت سے مقتدر حلقے مستشرقین اور کافروں کی اس سازش کا شکار ہوئے اور خود مسلمان ہوکر اپنے ہی اسلامی اور سچے وپکے مسلمان بھائیوں کے خلاف قولی وفعلی اقدامات کرنے لگے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کے مقتدر اور غیر مقتدر حلقے سب دشمنانِ اسلام کی ان چالبازیوں سے ہوشیار رہیں اور اپنے ہی ہاتھوں سے سچے وپکے مسلمان بھائیوں کے خلاف اقدامات کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کی حرکت سے بچیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بیداری اور دوربینی کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 15 روپے)

سلسلہ نمبر 7 ''مروَّجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' شائع ہوگیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۲۸، آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹)

مفتی محمد رضوان

حضرت آدم وحوّا کا زمین پر بھیجا جانا

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۷)قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۳۸) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ . هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۳۹)

ترجمہ: پھر (حضرت) آدم نے حاصل کر لئے اپنے رب سے چند کلمات، تو اللہ تعالیٰ نے آدم پر توجہ فرمائی، بلاشبہ وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ۔ ہم نے حکم فرمایا کہ نیچے جاؤ اس جنت سے سب کے سب، پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت، تو جو بھی اتباع کرے گا میری اس ھدایت کی، تو نہ کچھ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ اور جو لوگ کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے ہمارے احکام کو، یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

تشریح وتفسیر

پچھلی آیات میں شیطانی وسوسہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش اور اس کے نتیجہ میں جنت سے نکلنے اور زمین پر اترنے کا حکم مذکور تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے خطاب وعتاب کہاں سنے تھے، نہ ایسے سنگدل تھے کہ اس کی سہار کر جاتے، بے چین ہوگئے، اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے، مگر پیغمبرانہ معرفت اور اس کی وجہ سے انتہائی ہیبت سے کوئی بات زبان سے نہ نکلتی تھی، یا اس خوف سے کہ معافی کی التجاء اور درخواست کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی شان کے خلاف ہو کر مزید عتاب اور تنبیہ ومؤاخذہ کا سبب نہ بن جائے، زبان خاموش تھی، اللہ ربُّ العزت دلوں کی بات سے واقف اور رحیم وکریم ہیں، یہ حالت دیکھ کر خود ہی معافی کے لئے کچھ کلمات ان کو سکھا دیئے، اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا ہے کہ:

آدم علیہ السلام نے حاصل کر لئے اپنے رب سے چند الفاظ، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی (یعنی ان کی توبہ قبول کر لی) مگر چونکہ روئے زمین پر آنے میں اور بھی ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں مضمر اور چھپی ہوئی تھیں، مثلاً حضرت آدم وحوّا کی نسل سے فرشتوں اور جنات کے علاوہ ایک نئی انسانی مخلوق کا وجود میں آنا اور ان کو (فرشتوں کے مقابلہ میں) ایک طرح کا اختیار دے کر شرعی احکام کا مکلّف بنانا پھر ان میں خلافت قائم کرنا، شرعی حدود اور احکام نافذ کرنا، تاکہ یہ نئی مخلوق ترقی کر کے اس مقام پر پہنچ سکے جو بہت سے فرشتوں کو بھی نصیب نہیں، اور ان مقاصد کا ذکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی ان الفاظ میں کر دیا گیا تھا کہ: ''اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَة'' (میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوّا کی خطا معاف کرنے کے بعد بھی زمین پر اترنے کا حکم منسوخ اور ختم نہیں فرمایا، البتہ اس کا طرز بدل دیا کہ جنت سے نکلنے کا پہلا حکم (جو کہ گذشتہ آیت نمبر ۳۶ میں فرمایا تھا کہ ''اِهۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ'') حاکمانہ انداز کا اور سزا کے طور پر تھا، اب یہ ارشاد حکیمانہ انداز کا اور زمین پر بھیجنا خلافت کے اعزاز کے ساتھ ہوا، یہی وجہ ہے کہ یہاں جنت سے اترنے کے حکم کے بعد ان فرائض منصبی کا بیان فرمایا ہے جو ایک خلیفہ ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ:

> ہم نے حکم فرمایا کہ نیچے جاؤ اس جنت سے سب کے سب پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت، یعنی شرعی احکام وحی کے ذریعہ سے، تو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی، تو نہ کچھ اندیشہ ہوگا ان پر، اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یعنی نہ کسی گذشتہ چیز کے فوت ہونے کا غم ہوگا، نہ آئندہ کسی تکلیف کا خطرہ ہوگا۔

تَلَقّٰی: تلقی کے معنی ہیں شوق ورغبت کے ساتھ کسی کا استقبال کرنا، اور اس کو قبول کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ان کو توبہ کے کلمات کی تلقین کی گئی تو آدم علیہ السلام نے انتہائی رغبت، شوق اور اہتمام کے ساتھ ان کلمات کو سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہونے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ یا اپنی شان کی خلاف ورزی محسوس نہیں کی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو بغرض توبہ بتلائے گئے کیا تھے، اس میں راجح بات یہ ہے کہ وہ کلمات وہی ہیں جو قرآن مجید میں دوسری جگہ منقول ہیں، یعنی ''رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ

اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ‘‘ (سورہ اعراف، آیت ۲۳)

تَـابَ: توبہ کے اصل معنیٰ رجوع کرنے کے ہیں، اور جب توبہ کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے معنی تین چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے، اوّل اپنے کئے ہوئے گناہ کو گناہ سمجھنا اور اس پر نادم وشرمندہ ہونا، دوسرے اس گناہ کو بالکل چھوڑ دینا، تیسرے آئندہ کے لئے اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم وارادہ کرنا، اگر ان تین چیزوں میں سے ایک کی بھی کمی ہوئی تو وہ حقیقی توبہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ صرف زبان سے ’’اللہ توبہ‘‘ کے الفاظ بول دینا گناہ معاف ہونے اور نجات کے لئے کافی نہیں جب تک کہ یہ تینوں چیزیں جمع نہ ہوں، یعنی گذشتہ کئے پر ندامت وشرمندگی اور حال میں اس کا ترک، اور مستقبل میں اس کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ وعزم۔ اور گذشتہ آیت یعنی تَـابَ عَـلَيه میں توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس کے معنیٰ ہیں توبہ قبول کرنا۔

اسی لئے بعض اللہ والوں سے پوچھا گیا کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا کوئی کام سرزد ہوجائے وہ کیا کرے؟ تو فرمایا وہی کام کرے جو اس کے پہلے والدین آدم وحوا علیہما السلام نے کیا، کہ اپنے کئے پر ندامت، اور آئندہ نہ کرنے کے پختہ ارادے وعزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کے لئے عرض کرے، رَبَّـنَـا ظَـلَـمۡنَآ اَنۡفُسَنَا (یعنی ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہے، اگر آپ معاف نہ کریں اور ہم پر رحم نہ کریں تو ہم سخت خسارہ والوں میں داخل ہوجائیں گے) اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

’’رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ‘‘

’’یعنی اے میرے پالنے والے میں نے اپنی جان پر ظلم کرلیا ہے، تو آپ ہی میری مغفرت فرمایئے‘‘

اور حضرت یونس علیہ السلام سے جب لغزش ہوگئی تو عرض کیا:

’’ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ. اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ‘‘

’’یعنی آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ ہر برائی سے پاک ہیں، میں ظلم کرنے والوں میں داخل ہوگیا ہوں (مطلب یہ ہے کہ مجھ پر رحم فرمایئے)‘‘

حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے جو لغزش یا بھول سرزد ہوئی ہے، اولاً تو قرآن مجید نے دونوں ہی طرف

اس کی نسبت کی ہے، ''فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا''اور زمین پر اترنے کے حکم میں بھی حضرت حوا علیہا السلام کو شریک کر کے لفظ ''اِهْبِطُوْا'' فرمایا ہے، مگر بعد میں توبہ اور قبول توبہ میں بہ لفظ مفرد صرف آدم علیہ السلام کا ذکر ہے حضرت حوا کا نہیں، اس مقام کے علاوہ بھی اس لغزش کا ذکر صرف آدم علیہ السلام کی طرف کر کے کیا گیا ہے، ''عَصٰى آدَمُ''وغیرہ۔

ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ رعایت ہو کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے مستور رکھا ہے، اس لئے بطور پردہ پوشی کے گناہ اور عتاب کے ذکر میں اس کا ذکر صراحۃً نہیں فرمایا، اور ایک جگہ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا میں دونوں کی توبہ کا ذکر کر بھی دیا گیا، تا کہ کسی کو یہ شبہ نہ رہے کہ حضرت حوا کا قصور معاف نہیں ہوا، اس کے علاوہ عورت چونکہ اکثر احوال میں مرد کے تابع ہے، اس لئے اس کے مستقل ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی (قرطبی)

توّاب اور تائب میں فرق

لفظِ تَوّاب بندہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی جیسے اس آیت میں هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، جب بندے کے لئے استعمال ہوتا ہے تو معنیٰ ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف رجوع کرنے اور پلٹنے والا، اور جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو معنیٰ ہوتے ہیں توبہ قبول کرنے والا، یہ صرف لفظِ توّاب کا حکم ہے، اس معنیٰ کا دوسرا لفظ تائب ہے، اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہیں، اگرچہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے وہ بھی غلط نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی شان میں صرف وہی صفات اور القاب استعمال کرنا جائز ہیں، جن کا ذکر قرآن وسنت میں وارد ہے، باقی دوسرے الفاظ اگرچہ معنیٰ کے اعتبار سے صحیح ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔

گناہ سے توبہ قبول کرنے کا اختیار خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ قبول کرنے اور گناہ معاف کرنے کا اختیار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، یہود ونصاریٰ اس قاعدہ سے غفلت کی بناء پر سخت فتنہ میں مبتلا ہوگئے، کہ پادریوں اور پیروں کے پاس جاتے، اور ان کو کچھ ہدیہ دے کر اپنے گناہ معاف کرا لیتے، اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے معاف کر دیا تو اللہ کے نزدیک بھی معاف ہوگیا، آج بھی بہت سے ناواقف مسلمان اس طرح کا غلط اور خام عقیدہ رکھتے ہیں، جو سراسر غلط ہے، کوئی عالم یا مرشد کسی کے گناہ کو معاف نہیں کرسکتا، زیادہ سے زیادہ دعا کرسکتا ہے۔

آدم کا زمین پر اترنا سزا کے طور پر نہیں بلکہ ایک مقصد کی تکمیل کے لئے تھا

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا جنت سے زمین پر اترنے کا حکم اس سے پہلی آیت میں آ چکا ہے، اس جگہ پھر اس کو مکرر لانے میں غالباً حکمت یہ ہے کہ پہلی آیت میں زمین پر اتارنے کا ذکر بطور عتاب اور سزا کے آیا تھا، اسی لئے اس کے ساتھ انسانوں کی باہمی عداوت کا بھی ذکر کیا گیا، اور یہاں زمین پر اتارنے کا ذکر ایک خاص مقصد یعنی خلافت کی تکمیل کے لئے اعزاز کے ساتھ ہے، اسی لئے اس کے ساتھ ہدایت بھیجنے کا ذکر ہے جو خلافت کے فرائضِ منصبی میں سے ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگرچہ زمین پر اترنے کا ابتدائی حکم بطور عتاب اور سزا کے تھا، مگر بعد میں جب خطا معاف کر دی گئی تو دوسری مصالح اور حکمتوں کے پیشِ نظر زمین پر بھیجنے کے حکم کو اس کی حیثیت بدل کر برقرار رکھا گیا، اور اب ان کا نزول زمین کے حاکم اور خلیفہ کی حیثیت سے ہوا، اور یہ وہی حکمت ہے جس کا ذکر تخلیقِ آدم علیہ السلام کے وقت ہی فرشتوں سے کیا جا چکا تھا، کہ زمین کے لئے ان کو خلیفہ بنانا ہے۔

رنج وغم سے نجات صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ کے فرمانبردار ہیں

فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ اس آیت میں آسمانی ہدایات کی پیروی کرنے والوں کے لئے دو انعام مذکور ہیں، ایک یہ کہ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا، دوسرے وہ غمگین نہ ہوں گے

خوف: آئندہ پیش آنے والی کسی تکلیف ومصیبت کے اندیشہ کا نام ہے اور حزن کسی مقصد ومراد کے فوت ہوجانے سے پیدا ہونے والے غم کو کہا جاتا ہے، غور کیا جائے تو عیش وراحت کی تمام انواع واقسام کا ان دو لفظوں میں ایسا احاطہ کر دیا گیا ہے کہ آرام وآسائش کا کوئی فرد اور کوئی قسم اس سے باہر نہیں، پھر ان دونوں لفظوں کی تعبیر میں ایک خاص فرق کیا گیا ہے کہ خوف کی نفی تو عام انداز میں کر دی گئی، مگر حزن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ لَا حُزۡنَ عَلَيۡهِمۡ بلکہ بصیغۂ فعل لایا گیا، اور اس کی ضمیر فاعل کو مقدم کر کے وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ فرمایا گیا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کسی چیز یا مراد کے فوت ہونے کے غم سے آزاد ہونا صرف ان ہی اولیاء اللہ کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کی مکمل پیروی کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی انسان اس غم سے نہیں بچ سکتا خواہ وہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو یا دنیا کا بڑے سے بڑا مالدار، کیونکہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوتا جس کو اپنی طبیعت اور خواہش کے خلاف کوئی بات پیش نہ آئے اور اس کا غم نہ ہو۔

بخلاف اولیاء اللہ کے کہ وہ اپنی مرضی اور ارادے کو اللہ ربُّ العزت کی مرضی اور ارادے میں فنا کردیتے ہیں، اس لئے ان کو کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہیں ہوتا، قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی اس کو ظاہر کیا گیا ہے، کہ خاص اہلِ جنت ہی کا یہ حال ہوگا کہ وہ جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر کریں گے کہ ان سے غم دور کردیا گیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ، اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں کچھ نہ کچھ غم ہونا ہر انسان کے لئے ناگزیر ہے، بجز اس شخص کے جس نے اپنا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ مکمل اور مضبوط کرلیا ہو۔

اس آیت میں اللہ والوں سے خوف وغم کی نفی کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی کسی تکلیف یا کسی خواہش و مراد پر ان کو خوف وغم نہ ہوگا، آخرت کی فکر وغم اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت وجلال تو ان پر سب سے زیادہ ہوتی ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کی شان میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر غمگین اور متفکر رہتے تھے، وجہ یہ ہے آپ ﷺ کا یہ فکر وغم کسی دنیوی نعمت کے فوت ہونے یا کسی مصیبت کے خطرہ سے نہیں، بلکہ اللہ جل شانہٗ کی ہیبت وجلال سے اور امت کے حالات کی وجہ سے تھا۔

نیز اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ دنیا میں جو چیزیں خوفناک سمجھی جاتی ہیں ان سے انبیاء و اولیاء کو بشری اور انسانی تقاضہ کے طور پر طبعی خوف نہ ہو، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب لاٹھی کا سانپ بن گیا تو ان کا ڈر جانا قرآن مجید میں مذکور ہے اَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی ، کیونکہ یہ فطری اور طبعی خوف ابتداءِ حال میں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفۡ تو یہ ڈر بالکل نکل گیا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف عام انسانوں کی طرح اس بنیاد پر نہ تھا کہ یہ سانپ ان کو کوئی تکلیف پہنچائے گا، بلکہ اس لئے تھا کہ بنی اسرائیل اس سے کہیں گمراہی میں نہ پڑ جائیں تو یہ خوف ایک قسم کا اخروی خوف تھا۔

آخری آیت وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے یہ بتلادیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے ان کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہوگا، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس ہدایت کو ہدایت سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے سے انکار کردیں یعنی کفار۔

اور مومنین جو ہدایت کو ہدایت ماننے کا اقرار کرتے ہیں وہ عملاً کیسے بھی گنہگار ہوں اپنے گناہوں کی بھگتنے کے بعد بالآخر جہنم سے نکال لئے جائیں گے، واللہ اعلم۔

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۲)

استخارہ کے لغوی وشرعی معنٰی

استخارہ ''خیر'' سے بنا ہے، اور''خیر'' شر کی ضد ہے۔

لغت کے اعتبار سے استخارہ کے معنٰی ہیں ''کسی چیز میں خیر کو طلب کرنا'' اور اللہ سے استخارہ کرنے کے معنٰی ہیں ''اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب کرنا''

اور شریعت کے اعتبار سے استخارہ کے معنٰی ہیں ''دو رکعت نفل پڑھ کر اس کے بعد احادیث میں مذکور مسنون دعا کرنا'' [۱]

استخارہ کے بیان کردہ مذکورہ معنٰی ومفہوم سے یہ بات واضح ہوگئی کہ استخارہ غیب کی خبریں جاننے اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کا نام نہیں، جیسا کہ آجکل بہت سے لوگوں میں مشہور ہے، اور یہ لوگ استخارہ کو غیب کی معلومات کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرتے ہیں، حالانکہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرنا اور خیر طلب کرنا ہے، غیبی امور کا دریافت کرنا نہیں ہے (اس مسئلہ کی تفصیل آگے ذکر کی جائے گی)

---

[۱] الاستخارة:طلب الخير في الشئي ، وهي استفعال منه والخير ضد الشر، وخار الله لک اى اعطاک ماهو خيرلک والخيرة بسكون الياء : الاسم من ذالک. واستخار الله :طلب منه الخيرة وخار لک في ذالک جعل لک فيه الخيرة ويقال استخِر الله يخر لک والله يخير للعبد اذا استخاره(انظر تاج العروس ج٦ ص ٣٦٥ و لسان العرب ج ٤ ص ٢٦٧ والنهاية في غريب الحديث ج٢ ص ٩٢،عمدة القارى ج١٥ ص ٤٦٩)

واستخار اللهطلب منه الخير والمراد طلب خير الامرين لمن احتاج الى احدهما ،وتعريفهما اصطلاحا هى صلاة ركعتين من غير فريضة مع دعاء مخصوص ،فيه سؤال واستعانة باللهسبحانهٗ وتعالىٰ بطلب خير الامرين من الفعل اوالترک اوتخير الوقت لمايريد الاقدام عليه(فتح البارى ،ج ١١ ص١٨٣)

الاستخارة اى طلب الخير من اللهتعالىٰ فيمايقصد من الامور (البذل المجهود ج٢ ص٣٦٥)

Idara Ghufran

استخارہ کی دُعاء

ایک مرتبہ استخارہ کی دعاء کو اچھی طرح ملاحظہ فرمالیجیے اور ہو سکے تو کوشش کر کے اس دعاء کو یاد بھی کر لیجیے؛
استخارہ کی مشہور و مسنون دعاء یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ،وَاَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ ،فَاِنَّکَ تَقۡدِرُوَلَااَقۡدِرُوَتَعۡلَمُ وَلَااَعۡلَمُ ،وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ،اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَاالۡاَمۡرَ خَیۡرٌلِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ وَ عَاجِلِ اَمۡرِیۡ وَآجِلِہٖ فَاقۡدِرۡہُ لِیۡ،وَیَسِّرۡہُ لِیۡ،ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ ، وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَاالۡاَمۡرَ شَرٌّلِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ،وَعَاجِلِ اَمۡرِیۡ،وَآجِلِہٖ،فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدِرۡلِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ‘‘

فائدہ: اس دعاء میں دو جگہ ’’ھٰذَاالۡاَمۡرَ‘‘ کے الفاظ آئے ہیں،جن پر لکیر کا نشان لگا دیا گیا ہے؛ دونوں جگہ ان الفاظ کو پڑھتے وقت اُس کام کی طرف توجہ کرنی چاہیے جس کے متعلق استخارہ کیا جارہا ہے؛ لیکن اگر ان الفاظ کے پڑھتے وقت اس کام کی طرف توجہ نہ ہو سکے تو بھی کوئی نقصان کی بات نہیں، کیونکہ استخارہ کی اس دعاء میں تو پہلے سے اس کام کی نیت ہوتی ہی ہے؛ وہ نیت بھی کافی ہو جائے گی۔

استخارہ سنّت و مستحب عمل ہے

اہلِ علم حضرات نے استخارہ کے عمل کو سنت و مستحب قرار دیا ہے، یعنی استخارہ کرنا کوئی فرض یا واجب درجہ کا عمل تو نہیں ہے، بلکہ سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، لیکن اسی کے ساتھ استخارہ کی اہمیت اور افادیت ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔

عظیم محدث امام نووی شافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَتُسَنُّ صَلَاۃُ الۡاِسۡتِخَارَۃِ (المجموع ج۴ ص ۵۴،کذا فی الاقناع للشربینی ج ۱ ص ۱۰۸)

یعنی نمازِ استخارہ کا عمل سنت ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَتُسَنُّ صَلَاۃُ الۡاِسۡتِخَارَۃِ (المغنی ج۲ ص ۵۵۲، کذافی المبدع شرح المقنع ج۲ ص ۲۵)

یعنی نمازِ استخارہ سنت ہے

امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لاَ یَنۡبَغِیۡ لِاَحَدٍاَنۡ یُّقَدِّمَ عَلٰی اَمۡرٍ حَتّٰی یَسۡأَلَ اللّٰہَ الۡخَیۡرَۃَ (تفسیر قرطبی ج۳ص ۹۰)

یعنی کسی کے لئے یہ بات روانہیں کہ کسی کام پر پیش قدمی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال نہ کرے (یعنی استخارہ نہ کرے)

اورامام شوکانی تحریر فرماتے ہیں:

وَالۡحَدِیۡثُ یَدُلُّ عَلٰی مَشۡرُوۡعِیَّۃِ صَلاَۃِ الۡاِسۡتِخَارَۃِ وَالدُّعَاءِ عَقِیۡبَھَا وَلاَ اَعۡلَمُ فِیۡ ذَالِکَ خِلاَفًا (نیل الاوطار، باب صلاۃ الاستخارۃ)

یعنی یہ حدیث نمازِ استخارہ اوراس کے بعد مخصوص دعا کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہے اور میرے علم کے مطابق اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اورعلامہ سالماتی تحریر فرماتے ہیں:

اَحَادِیۡثُ الۡبَابِ تَدُلُّ عَلٰی مَشۡرُوۡعِیَّۃِ صَلاَۃِ الۡاِسۡتِخَارَۃِ وَالدُّعَاءِ عَقَبۡھَا، وَاِنَّھَا سُنَّۃٌ مُرَغَّبٌ فِیۡھَا وَ بِذَالِکَ قَالَ جَمِیۡعُ الۡعُلَمَاءِ فِیۡمَا اَعۡلَمُ (بلوغ الامانی ص۵ ص ۵۲)

یعنی اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث نماز استخارہ اوراس کے بعد دعا کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اوراس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ یہ سنت عمل ہے۔جس کی شریعت میں ترغیب دی گئی ہے، اورمیری معلومات کے مطابق اس پر علماء کا اجماع ہے۔

علماء کے اس قسم کے بہت سے اقوال سے استخارہ کے سنت ومستحب ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

استخارہ کی اہمیت

استخارہ بہت اہم اورعظیم الشان عمل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی استخارہ والی مشہور حدیث میں یہ مضمون آیاہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں استخارہ اس طرح سکھلایا کرتے تھے جس طرح کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سکھلایا کرتے تھے''

استخارہ کی اہمیت کے لئے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ اس کی تعلیم وتعلم کو قرآن مجید کی سورت کی تعلیم وتعلم کے

ساتھ تشبیہ دی گئی۔

فتح الباری شرح بخاری میں اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے مذکور ہے:

فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی الْاِعْتِنَاءِ التَّامّ بِھٰذَا الدُّعَاءِ وَ ھٰذِہِ الصَّلَاۃِ لِجَعْلِھِمَاتَدُوِیْنَ الْفَرِیْضَۃِوَالْقُرْآنِ (ج ۱۱ ص ۱۸۵)

یعنی ’’اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز استخارہ اوراس کی دعا کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیئے، کیونکہ نماز استخارہ کوفرض نماز کے اور دعائے استخارہ کوقرآن مجید کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے‘‘

اورعلامہ حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں تحریرفرماتے ہیں:

فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی الْاِھْتِمَامِ بِاَ مْرِالْاِسْتِخَارَۃِ وَاَنَّہٗ مُتَاَکَّدٌ مُرَغَّبٌ فِیْہِ(عمدۃ القاری ج۷ ص ۲۲۳)

یعنی ’’اس جملہ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ استخارہ کا عمل بہت اہم ہے اورامت کواس کی تاکیداورترغیب دی گئی ہے‘‘

اورامام ابن علان شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ کَتعْلِیْمِہِ السورۃ من القرآن، ففیہ غایۃ الاعتناء بشان صلاۃ الاستخارۃ و دعائھا لتعظیم نفعہ و عموم جدراہ (الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ ج۳ ص ۳۴۷)

یعنی ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح استخارہ کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے، اس میں نماز استخارہ اوراس کی دعا کے نہایت مہتم اورعظیم الشان عمل ہونے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اس کا فائدہ بہت عظیم اورضرورت بہت عام ہے‘‘

اورملاعلی قاری رحمہ اللہ مشکوٰۃ کی شرح میں تحریرفرماتے ہیں:

’’وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی شِدَّۃِ الْاِعْتِنَاءِ بِھٰذَا الدُّعَاءِ‘‘(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۳ ص ۲۰۶)

’’یہ جملہ اس بات پردلالت کرتا ہے کہ استخارہ کی دعا بہت زیادہ توجہ کی حامل ہے‘‘

حدیث کے بڑے بڑے شارحین کے اس قسم کے اقوال سے یہ بات واضح ہوکرسامنے آتی ہے کہ استخارہ

بہت عظیم، اہم اور مفید عمل ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ سیکھنے کی طرف لوگوں کو متوجہ فرمایا ہے تاکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ قائم رہے، اور مؤمن بندے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کی دولت سے ہر وقت مالا مال رہیں، اور اپنے تمام امور اور معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد رکھیں، خواہ حیرانگی و پریشانگی کے حالات ہوں یا تنگی اور قلق، یا اضطراب اور بے چینی کے حالات ہوں۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان استخارہ کی اہمیت، اس کی دعاء اور اس کے طریقہ سے واقف نہیں، اور استخارہ اولاً تو کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو صرف گنے چنے چند معاملات اور امور میں کرتے ہیں، مثلاً نکاح کے موقعہ پر، یا کسی بڑے کاروبار وغیرہ کے موقعہ پر۔

اوران میں بہت کم لوگ وہ ہیں جو خود استخارہ کرتے ہوں، ورنہ اکثر و بیشتر استخارہ بھی کسی دوسرے سے کراتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ دوسرے کا استخارہ کرنا ہمارے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہوگا، اور اس موقعہ پر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اصل میں تو استخارہ خود صاحبِ معاملہ اور صاحبِ واقعہ کو کرنا چاہئے۔

پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو مسنون استخارہ کو چھوڑ کر لوگوں کے من گھڑت استخاروں کے طریقوں کو اپناتے ہیں اور اس طرح اپنی دنیا و آخرت کو خراب کرتے ہیں، یا پھر استخارہ مسنون طریقہ پر خود ہی کرتے ہیں مگر استخارہ کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کے باعث استخارہ کے بعد بھی حیران و پریشان رہتے ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان استخارہ کی حقیقت اور اس کے طریقہ وکیفیت سے واقفیت حاصل کرے اور اس کو پورے اہتمام کے ساتھ سیکھے اور اپنے معاملات میں استخارہ کا معمول بنائے۔

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ محرم: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

❑......**ماہِ محرم ۲۰۸ھ**: میں حضرت ابووھب عبداللہ بن بکر بن حبیب الباہلی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، اورحمید الطّویل، حاتم بن ابی صغیرہ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل، ابوخیثمہ اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں (المنتظم ج۱۰ص۱۸۳)

❑......**ماہِ محرم ۲۱۲ھ**: میں حضرت اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن الولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم القرشی الاموی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس، شعبہ، شیبان النحوی، روح بن عبادۃ اور حماد بن زید رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن صالح المصری، ربیع الجیزی اور ہشام بن عمار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کو ''مشہور الحدیث'' قرار دیا ہے، ۱۳۲ھ میں مصر میں ولادت ہوئی (طبقات الحفاظ ج۱ص۱۷۱)

❑......**ماہِ محرم ۲۲۱ھ**: میں حضرت عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حضرت ابراہیم رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، آپ نے امام محمد رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، یحییٰ بن اکثم نے مہدی کے لشکر میں آپ کو قضا کا عہدہ سپرد کیا، آپ بہت سخی تھے، اور بصرہ میں وفات ہوئی (المنتظم ج۱۱ص۶۸)

❑......**ماہِ محرم ۲۲۸ھ**: میں حضرت ابونصر عبدالملک بن عبدالعزیز التمار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام مالک بن انس اور ''حمادین'' رحمہا اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں آپ سے روایت کی، آپ بہت بڑے عالم اور زاہد تھے اور ابدال (اللہ کے ولیوں کے ایک مخصوص طبقے کا اصطلاحی لقب) میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ۹۰ سال سے زیادہ کی عمر پائی (المنتظم ج۱۱ص۱۳۹)

❑......**ماہِ محرم ۲۳۵ھ**: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم العبسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، ۱۵۹ھ میں ولادت ہوئی، شریک بن عبداللہ، سفیان، ہشیم اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام احمد بن حنبل اور ان کے بیٹے عبداللہ، عباس الدوری

اور بغوی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، مصنف ابنِ ابی شیبہ کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ آپ کا تصنیف کردہ ہے (المنتظم ج ۱۱ص ۲۳۱)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۳۶ھ**: میں حضرت ابوابراہیم اسماعیل بن ابراہیم بن بسام الترجمانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن عیاش، بقیہ اور ہشیم بن بشیر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم ج ۱۱ص ۲۳۸)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۳۶ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن المنذر بن عبداللہ الحزامی الاسدی المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابن عیینہ، ابن وھب اور ولید بن مسلم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابن ماجہ، ثعلب، دارمی اور ابن ابی الدنیا رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ''**قال ابو حاتم هو اعرف بالحديث من ابراهيم بن حمزة الا انه خلط فى القرآن فهجره احمد**'' (طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۰۸)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۳۹ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حبان بن ابراہیم المرادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عمرو بن حکام رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، حافظ الحدیث اور ثقہ تھے (المنتظم ج ۱۱ص ۲۶۷)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۳۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بھی ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، طلبِ حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا اور بہت سی کتب لکھیں، شریک بن عبداللہ، ابن عیینہ اور ہشیم رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام باغندی اور بغوی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم ج ۱۱ص ۲۶۸)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۴۰ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ قاضی احمد بن ابی داؤد بن جریز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عباسی خلیفہ المعتصم باللہ اور الواثق باللہ کے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے (المنتظم ج ۱۱ص ۲۷۵)

□ ...... **ماہِ محرم ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابان بن وزیر البلخی مستملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد تشریف لائے اور ابوبکر بن عیاش، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس اور وکیع رحمہم اللہ سے حدیث کا علم حاصل کیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح البخاری میں آپ سے روایت کی ہے (المنتظم ج ۱۱ص ۳۲۷)

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

تھانہ بھون کے مزار کا حالیہ مُعمَّہ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے موجودہ صدی میں جو دین کی خدمت کا کام لیا ہے، وہ بلاشبہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو ایک مجدد دِ وقت ہی کی شایانِ شان ہوا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمات تقریباً دین کے تمام ہی شعبوں پر محیط ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا انتقال صفر ۱۳۶۲ھ میں آپ کے وطن قصبہ تھانہ بھون میں ہوا، یہ تاریخی قصبہ ہی آپ کی بنیادی دینی خدمات کا مرکز رہا، اور یہی قصبہ آپ کے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی بھی مکہ مکرمہ ہجرت سے قبل آماجگاہ اور مرجعِ خلائق تھا، اس چھوٹے سے قصبہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے مدرسہ وخانقاہ سے کچھ فاصلہ پر مغربی سمت میں ایک باغ قبرستان کے لیے وقف کیا تھا، جس کو ''تکیہ'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تکیہ کے نام سے معروف قبرستان ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہے اور اس کے جنوبی اور شمالی دونوں اطراف سے راستے گزرتے ہیں؛ ایک طرف کا راستہ ریلوے اسٹیشن پر اور دوسری طرف کا راستہ ریلوے اسٹیشن کے قریب ریلوے پھاٹک پر جا ملتا ہے؛ اس تکیہ کے جنوبی راستہ کی دوسری طرف متصل ہی ایک مختصر سے احاطہ میں حضرت شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ کا مزار ہے اور مشرقی سمت میں تکیہ کا احاطہ شروع ہونے سے قبل راستہ کے شمال میں بیریوں کے ایک باغ میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمہ اللہ کا مزار ہے جو کہ حضرت شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ کے مزار کی طرح مختصر دیوار کے احاطہ میں واقع ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف سے وقف کردہ اس تکیہ کا احاطہ کافی وسیع ہے اور اس تکیہ میں داخلی راستہ سے کچھ فاصلہ پر قدرے سامنے کی طرف حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت کی بڑی اہلیہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بھائی نیز حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مجازِ صحبت اور مدرسہ اشرف العلوم کے سابق مہتمم جناب مولانا ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ وغیرہ کی قبریں واقع ہیں۔ تکیہ کے اس احاطہ میں چہار دیواری وغیرہ نہیں ہے، نیز حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی قبر بالکل سادہ ہے، قبر پر اینٹ وغیرہ نہیں ہے؛ البتہ اس تکیہ کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی ایک کمرہ اور اس کے آگے برآمدہ اور چبوترہ ہے اور حضرت کی قبر کے قریب مغرب کی انتہائی حدود میں ایک چبوترہ

نمازِ جنازہ وغیرہ پڑھنے کے لیے بنا ہوا ہے۔

دسمبر کے دوسرے عشرہ میں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ:

''حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مزار کی انتہاء پسندوں نے بے حرمتی کردی، اور چند قبروں کو مسمار کردیا وغیرہ وغیرہ''

یہ خبر بجلی کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی اور اس پر مختلف تبصرے واحتجاج ہوئے جو اب تک جاری ہیں۔

مدتِ دراز سے اس تکیہ کے احاطہ میں درختوں اور مخصوص جھاڑیوں کی ایک سخت باڑ لگی ہوئی تھی جس کو پار کرکے کسی چوپائے وغیرہ کا داخلہ تو درکنار کسی انسان کا داخلہ بھی مشکل تھا، لیکن عینی شاہدین کے مطابق ایک مدت سے نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر مدرسہ امدادالعلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے منتظمین نے اس سخت اور مضبوط ترین قدرتی باڑ کو کٹوا کر ختم کرادیا تھا، جس کے بعد تکیہ کے اس احاطہ میں چوپاؤں کا داخلہ بھی مشکل نہیں رہا تھا اور اس کی وجہ سے قصبہ کے مکین حضرات نالاں اور تشویش میں مبتلا تھے، البتہ اس تکیہ کے لیے ایک نگران مقرر تھا، جس کو خود بھی اس چیز کا شکوہ تھا کہ اس تکیہ کی باڑ کو ختم کردینے کے بعد تکیہ کے احاطہ میں جانوروں کا داخلہ ممکن ہوگیا ہے۔ اگر تحقیق اور معتبر ذریعہ سے ہندو انتہاء پسندوں کی طرف سے اس قسم کی حرکت کا ثبوت ہوجائے تو واقعتاً یہ سخت قابلِ تشویش بات ہے، اور اس قسم کی حرکات کے سدِ باب کا شرعی حدود میں رہتے ہوئے ازالہ بہت ضروری ہے، اسی کے ساتھ ایسی حرکات کے مرتکبین کو بھی قابلِ عبرت سزا کا مستحق قرار دلانا چاہیے، لیکن اس قسم کے واقعات کے موقعہ پر مبالغہ آرائی اور حدود سے تجاوز آج کل عام روایت بن گئی ہے؛ چنانچہ معتبر ذرائع سے ان قبور کا سرے سے مسمار ہونا ثابت نہیں کیا جاسکا، البتہ چند قبروں کے بالائی حصہ سے قدرے مٹی کا ہٹنا معلوم ہوا ہے۔

دوسرے جب تک قابلِ اعتبار ذریعہ سے کسی انسان یا جانور، اور پھر کسی مسلم یا ہندو کی طرف سے اس حرکت کا ثبوت نہ ہوجائے اور اس کی پوری نوعیت اور پسِ منظر کی تحقیق نہ ہوجائے؛ اس وقت تک کسی خاص مذہب یا گروہ کو موردِ الزام ٹھہرانے کی شرعاً اور خود حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مزاج ومذاق کے مطابق گنجائش نظر نہیں آتی اور ان سب چیزوں کے بعد بھی اہلِ علم وصاحبِ نسبت حضرات پر یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس قسم کے واقعات کی تشہیر وترویج اور ردِّ عمل کے خود ساختہ طریقے جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خصوصی مزاج ومذاق سے میل نہیں کھاتے؛ ان سب سے اجتناب کیا جائے۔

مقالات و مضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۱۰)

ایک زمانہ میں جب حضرت والا دامت برکاتہم نے غیر معمولی علالت ونقاہت کے باعث مکاتبت کا سلسلہ موقوف فرمایا تو حضرت والا کی طرف سے ایک تحریر ''ضروری پیغام برائے رفقائے کرام'' کے عنوان سے طبع کرا کر جوابی لفافوں میں ارسال کی جاتی رہی، اس تحریر کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بندہ پیرانہ سالی، ضعف وعلالت اور عمر کے ۸۷ ویں سال میں داخل ہو جانے کے پیشِ نظر غیر معمولی مُجالست وگفتگو، اجتماعات وتقاریب میں شرکت سے قاصر ہے اور اپنے تمام احباب و اقارب اور دوستوں سے عافیتِ دارین اور حسنِ خاتمہ کی دعائے خیر کا طالب ہے۔ مسائل سے متعلق تو مفتیانِ کرام سے ہی رجوع کرنا مناسب ہے۔ البتہ اصلاحی امور میں دیگر معتبر مشائخِ عظام خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلے سے مجاز حضرات سے رجوع کرنا بہتر ہوگا۔

سرِ دست بے ساختہ چند اکابر کے جو نام ذہن میں آئے ہیں وہ پیشِ خدمت ہیں:

(۱) (۲) ......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب وحضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔ جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴

(۳) ......عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ۔ گلشن اقبال نمبر۲ کراچی ۷۵۳۰۰۔

(۴) ......شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب۔ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ مسلم ٹاؤن لاہور

(۵)(۶) ......حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب و حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴

Idara Ghufran

(۷)......حضرت مولانا نذیر احمد صاحب۔ جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد۔

(۸)......حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب۔ شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ مسجد درویش۔ پشاور

یا پھر حکیم الامت رحمہ اللہ کے سلسلے سے مجاز جن معتبر حضرات سے آپ کو مناسبت ہو۔ ان سے اصلاحی تعلق قائم فرمالیں۔

بندہ تمام احباب کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے اعتبار سے کامیاب فرمائیں اور تمام مقاصد حسنہ میں بحسن وخوبی، صلاح وفلاح کے ساتھ حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں، اپنے تمام احباب ورفقاء سے درخواست ہے کہ وہ پورے دین اور شریعت پر ظاہر و باطن کے ساتھ مضبوطی سے عمل پیرا رہیں۔ اور حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف اور ملفوظات ومواعظ کے مطالعہ کو اپنا معمول بنائیں اور تمام اخلاق رذیلہ خصوصاً تکبر، غصہ، غیبت، بدنظری، بدگمانی سے بچنے کا پورا اہتمام فرمائیں۔ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاحِ نفس سے غافل نہ رہیں۔

اصلاح میں اپنی کر نہ سُستی ہمت پہ ہے منحصر درُستی
فرماگئے ہیں حکیمُ الامت سُستی کا علاج بس ہے چُستی

والسلام

دعا گو بندہ محمد عشرت علی قیصر عفی عنہ

اصلاحِ نفس کے بارے میں ایک اہم ہدایت

حضرت والا دامت برکاتہم اصلاحِ نفس اور روحانی امراض کی اصلاح کے سلسلہ میں جو ایک نسخہ عام طور پر بیان فرماتے ہیں اور جو تمام روحانی امراض کے لئے جزوِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ:

''اپنے قصد وارادہ سے گناہ کے تقاضہ کو دبانا اور اپنے آپ کو بچانا''

اگر کوئی سالک اور اصلاحِ نفس کا طالب یہ کام نہ کرے اور اپنے ارادہ واختیار کو استعمال نہ کرے تو لاکھ تدبیریں کی جائیں سب بے اثر اور بےکار ہیں، اس لئے اصل چیز یہ ہے کہ اپنے قصد واختیار کو کبھی معطل نہ چھوڑے اور اس انتظار میں نہ رہے کہ کوئی نسخہ ایسا ہاتھ لگ جائے کہ خود کچھ کرنا نہ پڑے، بس چھومنتر کی طرح خود بخود ہی علاج ہوجائے اور بیماری سے افاقہ ہوجائے۔

شرعی جہاد کے بارے میں مؤقف

حضرت والا شرعی جہاد اور اہلِ حق مجاہدین کے ساتھ رسمی تعلق کے بغیر حوصلہ افزائی فرماتے ہیں، اور آپ وقتاً فوقتاً شرعی جہاد اور اہلِ حق مجاہدین کی ترقی و کامیابی کے لئے دعاؤں میں تذکرہ فرماتے ہیں۔
لیکن حضرت والا کو شرعی اُصولوں کی رعایت کا ہر شعبہ میں اہتمام ہے، اس لئے جہاد کے عنوان سے غیر شرعی اقدامات کی آپ حوصلہ افزائی نہیں فرماتے بلکہ ان کی اصلاح پر توجہ مبذول فرماتے ہیں، آج کل کافروں کے خلاف ہر قسم کی تحریک اور ہر طرح کے جذباتی اقدامات کو جہاد کا عنوان دیا جانے لگا ہے، حضرت والا کو اس سے اتفاق نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مؤقف سے صد فیصد اتفاق رکھتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے متعلق آپ کا مؤقف

قیامِ پاکستان کے متعلق حضرت والا کا نقطۂ نظر وہی ہے جو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ، علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ وغیرہ اکابرین کا تھا، اس لئے آپ ہمیشہ سے پاکستان کے استحکام، اس کی ترقی اور اس ملک میں اسلام کے نفاذ اور حکمرانوں کی اصلاح کے خواہاں اور دعا گو رہے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ آپ کو یہ شکوہ بھی رہا ہے کہ جن اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر اور جن خطوط پر ہمارے اکابرین کے پیشِ نظر قیامِ پاکستان کا مسئلہ تھا، ابھی تک بدقسمتی سے ان سب اغراض و مقاصد کو پوری طرح حاصل نہیں کیا جاسکا، لیکن مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ (جس چیز کو پوری طرح حاصل نہ کیا جاسکے اسے پوری طرح چھوڑنا بھی نہیں چاہئے) قاعدہ کے تحت اس موجودہ حالت میں بھی ملکِ پاکستان کا وجود بہت بڑی نعمت ہے، جس کی ہم سب کو قدر کرنی چاہئے۔
قیامِ پاکستان کے مسئلہ میں بعض حضرات جو افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر بعض اوقات اپنے بعض اکابرین کی شان میں گستاخانہ رویہ تک اختیار کر لیتے ہیں، حضرت والا کو اکابرین کی صحبت کی برکت سے اس افراط و تفریط سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا ہے، اسی وجہ سے آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ وغیرہ اکابرین کا بھی اپنے دل و دماغ میں بہت احترام رکھتے ہیں اور ان کا تذکرہ عزت واحترام کے ساتھ ہی فرماتے ہیں، اور اسی وجہ سے آپ نے مدنی و تھانوی جیسے عنوانات کو اپنے نام و کام کے ساتھ

اختیار فرما کر گروہ بندی اور تقسیمِ اکابر کی معاشرہ میں جاری رِیت کو کبھی اختیار نہیں فرمایا۔
اللہ تعالیٰ حضرت والا کے طرزِ عمل کے مطابق ہم سب کو افراط وتفریط سے محفوظ فرما کر اعتدال کے راستہ پر گامزن فرمائیں۔آمین۔

مروّجہ تنظیموں سے متعلق آپ کا طرزِ عمل

حضرت والا دامت برکاتہم کا مروّجہ تنظیموں کے ساتھ رسمی اور روایتی تعلق نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں آپ کا طرزِ عمل وہی ہے جو اپنے اکابرین اور خصوصاً حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تھا، چنانچہ حضرت والا نے مروّجہ عام تنظیموں کے ساتھ کسی عہدہ یا رکن کی حیثیت سے کبھی تعلق قائم نہیں رکھا، اگر چہ آپ نے ہمیشہ اچھا کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور قابلِ اصلاح پہلوؤں پر روشنی ڈالتے رہے ہیں ،اسی وجہ سے حضرت والا کسی تنظیمی عنوان سے منعقد ہونے والے عام جلسے جلوسوں میں شرکت سے بھی پرہیز فرماتے رہے ہیں، بلکہ حضرت والا کی طبیعت تو مروّجہ تنظیموں سے ہٹ کر مدارس ومساجد میں منعقد ہونے والے عام روایتی جلسے جلوسوں میں بھی شرکت کو پسند نہیں کرتی، اس لئے آپ کا جب کہیں بیان ووعظ ہوتا ہے، تو وہ بھی اکثر وبیشتر اصلاحی بیان یا اصلاحی مجلس وغیرہ کے عنوان سے ہی موسوم کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے حضرت والا اپنے وعظ وبیان پر بھی کسی خاص تنظیمی عنوان کی چھاپ ڈالنا یا ڈلوانا پسند نہیں فرماتے اور بچند وجوہ اپنے متعلقین ومتوسلین کے لئے بھی یہی طرزِ عمل پسند فرماتے ہیں، حضرت والا کا تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ آج کل کی مروّجہ عام تنظیموں کے کارکن اور ان کا طریقِ کار عموماً شریعت وسنت کے مزاج سے میل نہیں کھاتا اور اکثر وبیشتر تنظیمیں اپنے اصل مقصود اور نتیجہ سے ہٹ کر ایک خاص طریقِ کار کی ہی گویا کہ پوجا پاٹ شروع کر دیتی ہیں، اسی کے ساتھ اکثر تنظیموں کے ساتھ غیر تربیت یافتہ عوام الناس کے وابستہ ہونے سے بھی اعتدال قائم نہیں رہ پاتا اور غلو پیدا ہو جاتا ہے۔
آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضے کے لئے حکمت وبصیرت، تحمل وبردباری اور سنت کے طریقہ کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بدعت کو ختم کرنے اور مٹانے کے لئے اس کے طریقہ کا بھی سنت کے مطابق ہونا ضروری ہے، آج کل اکثر لوگ خلافِ شریعت طریقہ کو ختم کرنے کے لئے خود طریقہ سنت کے خلاف اختیار کرتے ہیں جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

مروّجہ سیاست وتحریکات کے بارے میں آپ کا طرزِ عمل

مروّجہ سیاست اور تحریکات کے بارے میں دنیا کا آج جو طرزِ عمل ہے کہ اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا اور رات

دن کا موضوعِ بحث بنایا ہوا ہے، حضرت والا کو اس طریقہ سے بھی قطعی مناسبت نہیں، جیسا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا طرزِ عمل تھا؛ حضرت والا دامت برکاتہم نے اپنا مستقل موضوعِ بحث سیاست کو نہیں بنایا، اس لئے آپ نے ہمیشہ عملاً سیاست سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر فرمائی، لیکن اسی کے ساتھ وقت کے سیاسی لوگوں اور حکمرانوں کے منفی ومثبت طرزِ عمل اوران کے صحیح وغلط اقدامات سے بقدرِ ضرورت آگاہی رکھی اور بوقتِ ضرورت حکمت وبصیرت کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے آپ نے اچھے وبُرے پہلوؤں پر بغرضِ اصلاح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حصہ سمجھتے ہوئے تبصرہ بھی فرمایا، مگر وہ بھی ایک عام عنوان کے ساتھ، کسی شخصیت کو ہدف بنا کر نہیں، اور سیاسی حالات سے بقدرِ ضرورت آگاہی کے لئے بھی آج کل کی طرح آپ نے ذرائع ابلاغ اور اخبار بینی کو اپنا مشغلہ نہیں بنایا، بلکہ کسی خاص اہتمام وانتظام کے بغیر کیفما اتفق آپ کو معتمَد طریقہ پر جب حالات سے آگاہی حاصل ہوئی، اصلاحی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالتے رہے اور اس مرحلہ پر بھی غیبت، طعن وتشنیع اور الزام تراشی جیسے محرکات سے بچنے کا اہتمام فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ حکمرانوں کی اصلاح کے لئے دعا کا اہتمام بھی فرماتے رہے ہیں

تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا مؤقف

حضرت والا دامت برکاتہم نے ہمیشہ تبلیغی جماعت کو مجموعی طور پر حسنِ نظر کے ساتھ دیکھا ہے، اور آپ بحیثیتِ مجموعی تبلیغی جماعت کے کام کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہیں، لیکن بایں ہمہ آپ نے جہاں جہاں تبلیغی جماعت میں افراط وتفریط کا مشاہدہ فرمایا، اس کی نشاندہی بھی فرماتے رہے ہیں، حضرت والا نے بانیِ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے دور کی تبلیغی جماعت کا بھی الحمدللہ تعالیٰ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا ہے، اس لئے آپ کے سامنے پہلے دور کی تبلیغی جماعت کا طرزِ عمل بھی ہے، جب آپ موجودہ دور میں اُس خاص طریقۂ صحیحہ سے انحراف وتجاوز پاتے ہیں یا کسی بھی قسم کی افراط وتفریط کا مشاہدہ فرماتے ہیں تو آپ بغرضِ اصلاح اس سے آگاہ کرنے کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں، آپ کو کسی بھی جماعت کا اعتدال سے تجاوز کرنا قطعاً پسند نہیں، چنانچہ جب آپ تبلیغی جماعت کے افراد کی طرف سے کسی قسم کے غلو مثلاً اس کام کو حد سے زیادہ بڑھانے، اس طریقۂ خاص کو ہر ایک پر فرضِ عین قرار دینے اور اصلاحِ نفس ودینی مسائل کی طرف متوجہ نہ ہونے اور اس کام کو تام کرنے کے بجائے عام کرتے رہنے جیسی خرابیوں کو دیکھتے ہیں تو اس سلسلہ میں شریعت کے مستحکم اُصولوں کی روشنی میں اس کی وضاحت

فرماتے ہیں اوران سب مراحل پرآپ کا اصل مقصود تبلیغی جماعت کی مخالفت کے بجائے اس کی اصلاح ہوتا ہے، تاکہ یہ بزرگوں کی قائم کی ہوئی جماعت ہرقسم کی افراط وتفریط والی غلطیوں سے پاک ہوکر دنیاوآخرت میں فلاح وکامیابی پائے اور بزرگانِ دین کے قائم کئے ہوئے خاص نہج پرچل کر پھلے پھولے اور پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اس منشاء کو پورا فرمائیں۔ آمین۔

قیامِ مدارس واصلاحِ مدارس سے متعلق آپ کا مؤقف

حضرت والا کا بچپن ہی سے علمائے حق اور دینی مدارس سے تعلق رہا ہے، اورآپ کودینی مدارس کی اہمیت کا ہمیشہ سے اعتراف رہا ہے، لیکن اس دور میں ہرکس وناکس کی طرف سے خواہ اہلیت ہو یا نہ ہو، دینی مدارس ومکاتیب کے قیام کا جوایک سلسلہ جاری ہے، جس کے نتیجہ میں خصوصاً مالیات اورطلبۂ کرام کی اصلاح وتربیت کے معاملہ میں بڑی کوتاہیاں سامنے آرہی ہیں، حضرت والا اس طرح اندھا دُھند اور بے اُصولی انداز میں قیامِ مدارس ومکاتیب کی حوصلہ افزائی کے حامی نہیں ہیں، حضرت والا کا اس سلسلہ میں فرمانا یہ ہے کہ دینی مدارس ومکاتیب کا قیام جتنا اہم ہے، اس سے زیادہ اہم ان مدارس ومکاتیب کوچلانے کے لئے شرعی حدود وقیود کا لحاظ کرنا اور مالیات کے معاملات کا صاف رکھنا، نیز تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبۂ کرام کی اصلاح وتربیت کا اہتمام کرنا بھی ہے، اگران اُصولوں کی رعایت نہ ہوتو مدارس ومکاتیب کے قیام کے اصل مقاصد کوحاصل کرنا بعید ہے۔

اسی طرح حضرت والا کو بہت سے دینی مدارس کے ذمہ داران کے دل ودماغ سے اللہ تعالیٰ سے توکل اُٹھ جانے یا کمزور ہوجانے اورلوگوں کے چندوں اور جیبوں پرنظر ہوجانے پربھی بہت زیادہ تشویش ہے، جس کی خاطر بہت سے علماء نے اپنی عزت داؤ پرلگادی ہے، اوراپنے آپ کوامراء واغنیاء کا ماتحت اور گویا کہ ملازم سمجھ لیا ہے۔

حضرت والا کا فرمانا یہ ہے کہ آج کل دینی مدارس سمیت دین کے بہت سے کام عام توہورہے ہیں مگرتام نہیں ہورہے، یعنی ان کاموں کوپھیلانے اوران کا دائرہ وسیع کرنے کی طرف توتوجہ کی جارہی ہے لیکن ان کی اصلاح اورترقی کی فکرنہیں کی جارہی، حالانکہ شریعت کی نظرمیں کام کے عام اوروسیع ہوجانے سے زیادہ اس کے تام اورمکمل ہونے کی اہمیت ہے۔ (جاری ہے......)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

عیدالاضحیٰ اور قربانی کا اہم سبق

مؤرخہ ۱۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۵/جنوری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار راولپنڈی میں نمازِ جمعہ کے خطبہ سے قبل حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم نے درج ذیل خطاب فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.
اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی.وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی(سورۃ الاعلیٰ آیت نمبر ۱۴، ۱۵)

معزز حضرات! عیدالفطر کے بعد عیدالاضحیٰ کا مبارک موقعہ بھی آ کر گزر گیا اور اس طرح سال میں آنے والی دونوں عیدیں اختتام پذیر ہوگئیں۔

عیدین کے دن مسلمانوں کے لیے خوشی کے ایام اور خوشی کے دن ہیں؛ لیکن کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ عیدین کے دنوں میں ہم آزاد ہیں، آزادانہ خوشی منائیں اور خوشی کے نام پر جو چاہیں کریں۔ کیونکہ بے شک یہ خوشی کے ایام ہیں، مگر خوشی کے ایام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ عبادت واطاعت کے ایام نہیں ہیں۔

مسلمان کی غمی اور خوشی اللہ کے لیے ہے

بات دراصل یہ ہے کہ مسلمان کا تو ہر کام خواہ خوشی کی شکل میں ہو یا غمی کی شکل میں ہو، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے اور سکھلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو تو وہ عبادت اور ثواب کا کام ہے اور اگر اللہ اور اس کے رسول کے طریقہ کے خلاف ہو تو ثواب کا کام نہیں۔

کیونکہ کوئی بھی چیز ثواب اور عبادت واطاعت جب بنتی ہے جبکہ وہ اسلام کے طریقہ کے مطابق ہو، لہٰذا جب اسلام کے طریقہ کے مطابق خوشی کا کام ہوگا تو وہ بھی عبادت ہوگا، اور غمی کا کام ہوگا وہ بھی عبادت ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ عیدین کے دن عبادت کے دن ہیں، بس فرق اتنا ہے کہ عیدین کے دنوں کی عبادت

کو خوشی کا رنگ دے دیا گیا ہے۔

اس سے ایک مسلمان کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالہ رکھے، خواہ غم کا موقع ہو یا خوشی کا موقع ہو، کبھی بھی اور کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔

دنیا غمی اور خوشی کا مجموعہ ہے

دنیا کی غمی اور خوشی عارضی ہے، اصل غمی اور اصل خوشی تو آخرت کی ہے، کیونکہ جب دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے اور آخرت کی زندگی اصلی اور دائمی و غیر فانی ہے تو دنیا میں پیش آنے والے خوشی اور غم کے حالات بھی عارضی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ایک انسان کو آخرت کی حقیقی اور دائمی خوشی اپنے فضل و کرم سے عطا فرما دیں تو یہ اس کے لیے بڑی کامیابی ہے، خواہ پھر دنیا میں خوشی کے مواقع کم ہی کیوں نہ میسر آئے ہوں، وہ نقصان دہ نہیں ہیں۔

اور اگر آخرت کی دائمی اور حقیقی خوشی سے ایک انسان محروم ہو جائے اور اس کے بجائے عذاب کی شکل میں غم حاصل ہو تو یہ اس کے لیے بڑی ناکامی ہے، خواہ پھر دنیا میں اس کو خوشی کے مواقع کتنے ہی کیوں نہ میسر آئے ہوں، ایسے شخص کو دنیا کی خوشی اور راحت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

اس لیے دنیا میں جب خوشی کا موقع پیش آئے تو اس عارضی اور فانی خوشی کو آخرت کی دائمی اور غیر فانی اور حقیقی خوشی کے یاد کرنے اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اور اگر اس کے برعکس کوئی غم کا موقع پیش آئے تو اس عارضی اور فانی غم کو آخرت کے دائمی اور غیر فانی غم کے یاد کرنے اور اس سے بچنے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اگر ایک انسان اس سوچ کو اپنی زندگی کا حصہ بنالے اور اس سوچ اور فکر کے ساتھ غمی اور خوشی کے مواقع کے ساتھ اپنا تعلق اور رشتہ قائم رکھے تو اس کے حق میں دنیا کی خوشی بھی نعمت ہے اور دنیا کی غمی بھی نعمت ہے۔ ایک نعمت کا ذائقہ میٹھا ہے، اور دوسری نعمت کا ذائقہ کچھ کڑوا ہے، لیکن جب کسی بیماری کے علاج کے لیے کڑوی دوا کا استعمال ضروری ہو تو وہ کڑوی دوا بھی میٹھی غذا کی طرح کی نعمت ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح ایک مؤمن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور غم و مصیبت کے موقع پر صبر کرے تو اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔

عید کا ایک سبق اتفاق واتحاد

عیدین کے موقع پر تمام مسلمانوں کو بڑے بڑے اجتماعات منعقد کر کے اجتماعی صورت میں عید کی نماز ادا

کرنے کی تعلیم وتلقین کی گئی ہے۔

یہ عید کی نماز بھی دراصل خوشی کی نعمت حاصل ہونے کے شکرانہ کے طور پر مقرر کی گئی ہے۔اس اجتماعی عبادت سے شریعت کی طرف سے ایک سبق یہ دینا مقصود ہے کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ومتفق ہو جائیں، اور آپس کے نزاع اور جھگڑوں کو ختم کر دیں۔ایک دوسرے کی طرف سے دلوں میں بغض و عداوت اور کینہ کپٹ نہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو اتحاد واتفاق کی تعلیم دی ہے،اور آپس کے نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ہر دور میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے،لیکن اِس دور میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے لئے اتحاد واتفاق کی ضرورت کئی جہات سے زیادہ ہوگئی ہے۔آج کافروں نے ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے درمیان سخت انتشار پیدا کر دیا ہے اور انہیں مختلف ٹولیوں اور پارٹیوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کیا ہے۔

کافر خود تو آرام سے پیچھے بیٹھے رہتے ہیں اور مسلمانوں میں سے ہی کچھ لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑواتے ہیں اور خوب تماشہ دیکھتے ہیں۔

گویا کہ ''ہمارا جوتا اور ہمارا سر'' والا معاملہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں،مگر مسلمان بھی اتنے غافل اور ناعاقبت اندیش ہیں کہ دنیا کے عارضی مال اور جاہ ومنصب اور عہدوں کی خاطر اپنے مسلمان بھائیوں کے سر کاٹنے پر تلے رہتے ہیں۔

ابھی دیکھ لیجئے کہ افغانستان،عراق،وغیرہ میں کیا ہو رہا ہے، نام نہاد مسلمانوں کو آگے رکھ کر یعنی ان کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر مسلمانوں پر گولیاں چلائی جارہی ہیں،اس سال جب عرب کے علاقہ میں عید الاضحیٰ کے مبارک دن کی صبح صادق ہوئی اور فجر کی اذانیں بلند ہوئیں،عراق کے سابق صدر صدام حسین کو پھانسی دی گئی،اوراسی دن اس پھانسی کے منظر کو ذرائع ابلاغ میں دکھلایا گیا۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ صدام حسین کی شخصیت کیسی تھی اوراس کا کیا قصور تھا،لیکن بہرحال تھا تو بظاہر ایک مسلمان شخص ہی، ایک مدت تک جو شخص عراق جیسے مسلمانوں کے ملک کا سربراہ رہ چکا تھا، اس کو عیدالاضحیٰ کے دن پھانسی دے کر مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی۔اور تمام قوانین وآئین کو بالائے

طاق رکھتے ہوئے ایک طرح سے مسلمانوں کے عظیم تہوار اور شعائر کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی۔
اور یہ سب کچھ نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں نے کرایا۔
عید کا مبارک موقع جو مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تعلیم اور سبق دیتا تھا، اس کو پس پشت ڈال کر باہمی عداوت وشقاوت کا مظاہرہ کیا گیا۔
بہرحال عید کا ایک اہم سبق یہ ہے کہ مسلمان باہم متحد و متفق ہو جائیں۔ اگر ایسا کریں گے تو کوئی کافر بھی آنکھ اٹھا کر ہماری طرف نہیں دیکھ سکے گا اور ہرگز بھی ہمارے شعائر کی بے حرمتی کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عید کے اس سبق کو یاد کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

قربانی کا سبق

عیدالاضحیٰ کے موقع پر شریعت کی طرف سے ایک اہم حکم قربانی کی شکل میں مقرر کیا گیا ہے۔
قربانی تو بظاہر جانور کی ہوتی ہے، لیکن غور کیا جائے تو یہ قربانی انسان کے تزکیہ واصلاح کا ذریعہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ قربانی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ قربانی تو حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی تھی، اور تقریباً ہر نبی اور پیغمبر کی شریعت اور زمانہ میں قربانی کا عمل جاری رہا ہے۔
لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے طریقہ کی نسبت دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف کرنے کے بجائے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف فرمائی،
اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کے مطابق دراصل اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کرنی چاہی تھی، اور جتنا کچھ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح فرما رہے ہیں، اس پر عمل بھی کر دکھایا تھا، جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے بیٹے کو ذبح کرنے کی تمام تدابیر مکمل فرمالیں اور چھری بھی گلے پر پھیرنی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اعلان ہوا کہ:

”قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا“　آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے بدلے میں ایک جانور ذبح کے لئے اس جگہ بھیج دیا۔

اسی کو فرماتے ہیں:

''وَفَدَيۡنَاهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡم'' کہ ہم نے اسماعیل کے بدلہ میں ایک عظیم ذبیحہ بھیج دیا۔

تو دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کے مخصوص طریقہ میں یہ ایک ایسی چیز ہے جو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے زمانہ کی قربانی میں نہیں پائی جاتی۔

یعنی قربانی میں ذبح کیے جانے والا یہ جانور انسانی جان کا بدل ہے۔گویا کہ انسانی جان کے بدلہ میں جانور کو ذبح کیا جاتا ہے؛ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو جانور کو انسان کی جان کے بدلہ میں مقرر نہ فرماتے، بلکہ انسان ہی کو قربان کرنے کا حکم فرماتے، اور اس وقت بھی ہمیں اس حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہوتا، اور اس میں ہمارا کوئی کمال نہ ہوتا، کیونکہ یہ جان بھی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اور بخشی ہوئی ہے، پھر جس نے جان دی ہے اگر وہ اپنی اس چیز کو واپس مانگے تو اس کو واپس دیدینا کونسا احسان ہے، اسی کو ایک شاعر نے کہا ہے ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی ۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جانور کے ذبح کو انسان کے ذبح کا بدل قرار دے دیا۔

پھر قربانی ذبح کے عمل کا نام ہے گوشت حاصل کرنے کا نام نہیں اسی لئے قربانی کے لئے جانور ذبح کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اور ذبح میں جانور کا خون بہایا جاتا ہے، اس خون کے نکلنے سے اس کا گوشت پاک ہوجاتا ہے۔اسی وجہ سے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ قربانی اس تصور کے ساتھ کرنی چاہئے کہ اس کے ذریعہ سے ہمارے اندر کی نجاستیں اور غلاظتیں باہر نکل جائیں، اپنی جان کی بے جا محبت، مال کی بے جا محبت ختم ہو، جان اور مال کی محبت اللہ تعالیٰ کے احکام کی محبت کے تابع ہوجائے۔

اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

''قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى''(سورۃ الاعلیٰ ۱۴) کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوگیا

تَزَكّٰى کا لفظ دراصل زکاۃ سے بنا ہے، جس کے معنیٰ پاک کرنے کے ہیں؛ مال کی زکاۃ کو بھی اسی لیے زکاۃ کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے باقی مال پاک ہوجاتا ہے، باطنی اخلاقی گندگیوں سے پاک ہونے کو بھی تَزَكّٰى کہا جاتا ہے۔

شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے بھی جانور کا بہتا ہوا خون نکلنے کی وجہ سے گوشت کا تزکیہ ہوجاتا ہے اور

گوشت پاک ہو جاتا ہے۔

اور صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ قربانی دراصل نفس کے تزکیہ کا ذریعہ ہے، جس طرح نفس میں گندے اخلاق ہوتے ہیں، تکبر کی شکل میں، بے جا غصہ کی شکل میں، ناشکری اور بے صبری کی شکل میں، کینہ، کپڑے، حسد کی شکل میں، مال کی محبت اور جاہ ومنصب کی شکل میں، تو قربانی ان باطنی برے اخلاق کی درستگی اور نفس کے تزکیہ کے لئے ہے۔

اس کے ذریعہ سے باطنی گندگیاں اور بیماریاں باہر نکل آتی ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ قربانی اس جذبہ کے ساتھ کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے باطن کے تزکیہ اور جان ومال کی اصلاح ودرستگی کا ذریعہ بنا دیں۔

قربانی کے آثار

اب قربانی کا وقت گزر گیا، اور ہم نے قربانی کا عمل انجام دے لیا، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قربانی کا کتنا اثر اور کتنا رنگ ہمارے اوپر چڑھا اور ہمارے اندر کتنی تبدیلی آئی۔

کیا قربانی کے بعد ہمارے باطنی برے اخلاق کی گندگی دور ہوئی ہے، ہمارے دلوں سے مال اور جاہ کی بے جا محبت نکلی ہے اور اس میں کمی آئی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو بہت خوشی کی بات ہے اور ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، لیکن اگر جواب نفی میں ہو اور ہم قربانی کرنے کے بعد ویسے ہی ہوں جیسے پہلے تھے، اگر اب بھی مال اور منصب کے وہی جھگڑے ہیں اور مال وجاہ کے پیچھے ہم بری طرح دوڑ رہے ہیں اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہے تو پھر ہماری حالت قابلِ رحم اور قابلِ افسوس ہے کہ قربانی کے دن گزرے ہوئے ابھی کچھ زیادہ وقت بھی نہیں گزرا، اور ہمارے اوپر قربانی کا رنگ نظر نہیں آ رہا۔

اگر آپ کہیں کہ ہمارے گھروں اور در و دیوار پر تو قربانی کے اثرات اور ثمرات نظر آ رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ جانور کے خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی ہیں، گھر میں فریج اور ڈیپ فریزر میں گوشت رکھا ہوا ہے، گوشت کی مختلف ڈشیں اور طرح طرح کے کھانے گھروں میں تیار ہو رہے ہیں تو یہ کیا قربانی کے اثرات اور ثمرات نہیں ہیں؟

تو یاد رکھئے کہ یہ چیزیں قربانی کا حقیقی ثمرہ اور اثر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف طور پر ارشاد فرما دیا ہے کہ:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (سورۃ الحج آیت ۳۷)

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بعینہٖ قربانی کا گوشت اور خون وغیرہ نہیں پہنچتا، بلکہ قربانی کے ذریعہ سے تم لوگوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کے گوشت وخون کے بجائے تقویٰ پہنچتا ہے تو دیکھنا یہ ہوگا کہ کون تقوے کو بنیاد بناتا ہے اور اس بنیاد پر قربانی کرتا ہے، اور کون گوشت پوست کو بنیاد بناتا ہے۔

قربانی کا مقصود گوشت حاصل کرنا نہیں ہے

اس وقت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہر چیز میں رسوم غالب آتی جارہی ہیں اور ہر چیز کی روح فوت ہوتی جارہی ہے۔ وہ شعبے جو خالص عبادات کے شعبے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، چنانچہ قربانی عبادت ہے اس کو دیکھ لیجئے اس میں بعض ایسی چیزیں عام ہورہی ہیں جن کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس کو ایک رسمی اور رواجی چیز سمجھ لیا گیا ہے، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اہلِ علم حضرات بھی اس طرف متوجہ نہیں ہیں، قربانی میں گوشت مطلوب نہیں، آج کل عموماً سمجھا جاتا ہے کہ قربانی گوشت کا نام ہے، اور اسی وجہ سے گوشت کے اچھا اور معیاری ہونے یا گوشت کے زیادہ ہونے پر قربانی کا دارومدار رکھا جانے لگا ہے۔ حالانکہ قربانی میں اصل چیز مخصوص جانور کو ذبح کرنا ہے، اور گوشت کا حصول یہ ایک اضافی چیز ہے، اس پر قربانی کا دارومدار نہیں، مطلب یہ ہے کہ قربانی کا عمل شرعی طریقہ پر جانور ذبح کرنے سے ادا ہوجاتا ہے، اور اس کے گوشت کا استعمال یہ ایک ثانوی درجہ میں اضافی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ پہلی شریعتوں اور پہلی امتوں میں بھی قربانی کا عمل جاری رہا ہے، مگر قربانی میں پیش کی جانے والی چیز کے خود استعمال کی اجازت نہیں رہی۔ یہ اُمّتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے قربانی کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی گئی ہے۔ اس لئے فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جس شخص کی اصل غرض گوشت حاصل کرنے کی ہو، عبادت انجام دینے اور اللہ کا حکم پورا کرنے کی نہ ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں، اور اس نیت کے ساتھ اگر بڑے جانور میں کوئی حصہ ڈالے تو دوسرے شرکاء کی قربانی بھی ضائع ہوجاتی ہے، اگرچہ شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد اس جانور کا گوشت پاک ہوجاتا ہے اور اس گوشت کا کھانا جائز ہوجاتا ہے۔

اس مسئلہ سے قربانی اور گوشت کا فرق واضح ہوگیا، اس لئے اس بات سے آگاہ ہونے اور دوسروں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ قربانی میں اصل مقصود گوشت کو نہ بنائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور ثواب کے حصول کو بنائیں، اور گوشت کو ثانوی اور اضافی درجہ کی چیز سمجھیں۔

قربانی اور صدقہ میں فرق

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قربانی کا مقصد اللہ کی رضا کے لئے مال کو خرچ کرنا ہے، لہٰذا جس طریقہ اور جس شکل میں بھی اللہ کو راضی کرنے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اتنا مال خرچ کر دیا جائے جتنا مال قربانی میں خرچ ہوتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض لوگ تو قربانی میں مال خرچ کرنے کے مقابلہ میں غریبوں کا تعاون کرنے کو زیادہ ثواب سمجھنے لگے ہیں۔

یہ بھی جہالت کی بات ہے، قربانی کا عمل تو قربانی کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے، کسی اور عمل کو کرنے سے قربانی کے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔

جس طرح نماز الگ حکم ہے، اور روزہ الگ حکم ہے، نماز کی ادائیگی روزہ کا بدل نہیں بن سکتی، زکاۃ کا بدل نہیں بن سکتی اور نہ ہی روزہ اور زکاۃ نماز کا بدل بن سکتی ہے، کیونکہ یہ سب احکام الگ الگ ہیں اور ان کو اپنی مخصوص ہیئت کے مطابق ہی انجام دینا ضروری ہے، بعینہ اسی طریقہ سے قربانی اور صدقہ کا فرق سمجھ لینا چاہئے کہ قربانی صدقہ کا اور صدقہ قربانی کا بدل نہیں بن سکتا، البتہ بعض صورتوں میں جب اصل حکم پر عمل کرنا ممکن نہ رہے تو پھر اس کی ادائیگی کی شکل بدل دی جاتی ہے، چنانچہ جب قربانی کے دن گزر جائیں اور کوئی قربانی نہ کر سکے تو اب کیونکہ قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہے، لہٰذا اب قربانی کی رقم صدقہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ قربانی کی قضاء اس رقم کی شکل میں اور اگر جانور موجود ہو تو خود اس کو ہی صدقہ کرنے کی صورت میں مقرر کی گئی ہے، ورنہ اصل حکم قربانی اور جانور ذبح کرنے ہی کا تھا۔

اس لئے قربانی کرنے سے پہلے اور قربانی کے بعد اپنے آپ کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوگی کہ ہمارے اندر کتنا تقویٰ ہے اور قربانی کے عمل سے تقوے میں کتنا اضافہ ہوا۔

اور تقوے سے مراد اللہ تعالیٰ کا دل میں خوف ہونا اور گناہوں سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگنا ہے۔ لہٰذا قربانی کرنے اور کر چکنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں، گناہوں سے بچیں، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کے مطابق قربانی کے عمل کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! و آخر دعوٰنا ان **الحمد للہ رب العلمین**

مقالات ومضامین عبدالواحد قیصرانی

تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات (قسط۱)

اعتراض نمبر(۱) : کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید شخصی کرنا فرض، واجب، سنت ہے یا مستحب؟

جواب: چونکہ ہمارے اس خطہ (برصغیر پاک وہند) میں دین آیا ہی فقہ حنفی کی شکل وصورت میں ہے قرآن وسنت کے تمام احکام اور دین کی تعلیمات حنفی علماء وفقہاء نے فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق اپنی کتابوں میں لکھ کر اور عملاً تبلیغ کر کے اول وہلے (پہلے درجے) میں یہاں پہنچائی ہیں اس لئے اس کا انکار کرنا قرآن وسنت کے انکار کرنے سے کم درجہ کی بات نہیں ہے، کیونکہ موجودہ فقہ حنفی کی کتابیں اور ان کے مسائل قرآن وسنت اور اجماع سے مبرہن اور مدلل ہیں (اور فقہ حنفی کے قیاسی مسائل کے لئے جامع ترین کتب ہیں) لہٰذا ان کا انکار محض فقہ حنفی ہی کا انکار نہیں بلکہ دین کا بھی انکار ہوگا، خود غیر مقلدوں کی مشہور اور معتبر شخصیت جناب نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ’’خلاصہ حال ہندوستان کہ مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں پر اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں) اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم وفاضل، قاضی ومفتی اور حَکَم ہوتے رہے، یہانتک کہ ایک جم غفیر نے ملکر فتاوٰی ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا (ترجمان وہابیہ، ص۱۰،۱۱)

اعتراض نمبر(۲) : امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید شخصی کو کس نے فرض، واجب یا سنت کیا؟ جبکہ امام ابوحنیفہ دین مکمل ہوجانے کے ستر سال بعد پیدا ہوئے؟

جواب : کسی بھی فن کے مکمل ہوجانے کا مطلب اس کے اصول وضوابط کا مکمل ہوجانا ہے، جیسے ریاضی (علم حساب) کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جمع، تفریق اور ضرب وتقسیم کے اصول کامل و منضبط ہیں۔ اب ان اصولوں کی مہارت رکھنے والا اپنے حساب کے سوالات کو ان مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں خود حل کرسکتا ہے، اور ان پڑھ سادہ آدمی کسی حساب دان سے حساب اور کھاتہ کروالے گا، تو فقہی جزئیات بھی قرآن وسنت سے جمع کردہ اصولوں سے اخذ کی گئی ہیں اور مذہب کی بڑی کتابوں میں ہر مسئلے کے ساتھ وہ اصول بھی لکھا ہے اور قرآن وحدیث سے وہ دلیل بھی جس سے اس نو پیش آمدہ مسئلے کو حل کیا

گیا ہے (مذکور ہے)، مختصر یہ کہ فقہ حنفی میں کوئی ایسی نئی بات نہیں کہ جو قرآن وسنت کے مخالف ہو اور ان میں کوئی تقابل وتضاد نہیں ہے یعنی فقہ حنفی کی اتباع و پیروی اور اس کے مسائل پر عمل دین پر ہی عمل کا نام ہے کہ جس میں سرِ مو بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی سلسلہ کے علماء وفقہاء کی حیثیت تو اس سارے عمل میں دین کے ترجمان کی ہے کہ انہوں نے شریعت کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے ان اصولوں کو پہلے جمع کیا پھر ان اصولوں پر ہر نئے پیش آنے والے مسئلے کو پیش کر کے حل کرتے گئے۔ تعارف کے لئے دین کی ترجمانی کے اس طریقہ کو فقہ حنفی نام دیدیا گیا۔

اعتراض نمبر (۳) : حضور علیہ السلام کی اطاعت کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنا، ایک امتی کو (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دینا ہے آپ کے نزدیک؟

جواب : قطعاً قطعاً یہ بات نہیں ہے، کسی پر تہمت لگانے اور جھوٹا الزام لگانے پر بڑی سخت وعید ہے، اس لئے کسی ذی فہم کو ایسی جھوٹی بات قطعاً زیب نہیں دیتی، ہم تو امام اعظم کو کسی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں سمجھتے چہ جائیکہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت و برتری ہو، ہم امام صاحب علیہ الرحمہ کی محض شریعت کے مسائل کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے اطاعت کرتے ہیں نہ کہ خدا اور رسول ہونے کی حیثیت سے، (اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام کی تقلید کن کن مواقع اور مسائل میں ضروری ہے) البتہ فقہاء سے بغض الرجک اور نفرت کرنے والے اپنے جاہلانہ فیصلہ کو خدا یا اس کے رسول کا فیصلہ قرار دے کر ایک بہت بڑا دعویٰ اپنے سر مول لیتے ہیں اور بہت سی احادیث کا انکار کر دیتے ہیں کہ جس کے بعد یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں رہتی کہ بلاشبہ غیر مقلدیت ایک بہت بڑی آزمائش اور بسا اوقات ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے چنانچہ اکثر انکار حدیث، نیچریت، الحاد اور مرزائیت کے فتنے اسی دروازے سے جنم لیتے رہے ہیں کہ جب صحابہ سے لے کر آخر تک کے قرآن وحدیث کے ماہرین اور ثقہ ومعتبر علم والوں سے قرآن و حدیث کی ترجمانی کا منصب چھین کر جو ان کو اللہ رسول نے دیا تھا جہالت ونفسانیت میں مبتلا ہر ایرے غیرے کو مجتہد مطلق کا منصب دیا جائے تو یہی نتیجہ نکلے گا (**اللهم احفظنا منه**)

اعتراض نمبر (٤) : کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ انبیاء کرام کی طرح معصوم تھے کہ جس کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو ماننا لازم ہو؟

جواب: قرآن کی کسی آیت اور کسی ایک حدیث سے ﴿بقیہ صفحہ ۵۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ (دوسری و آخری قسط)

بصرہ میں پیدا ہونے والے حافظ علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد جن کی ابتدائی زندگی سادات بنی ہاشم کی غلامی میں گزری ہے، اپنی مشہورِ زمانہ کتاب طبقات ابن سعد میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جن کا اصلی نام اسلم تھا فرماتے ہیں کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا (سبحان اللہ، ان مقدس غلاموں کے تذکرہ کے طفیل اللہ تعالیٰ راقم کو بھی اور پڑھنے والوں کو بھی آقا ﷺ کے وفادار غلاموں کی صف میں شامل فرمالیں۔ آمین)

درودِ پاک سے رکھئے گا روشن اپنی شاموں کو — دعائیں طاعتوں کی مانگئے گا اپنی صبحوں میں
گھروں میں رنگ لیجئے زندگی کو رنگِ سنت میں — نگاہوں کو بچا کر ہی چلا کیجئے گا رستوں میں
خوشی میں غم میں رسموں سے سراسر بچ کے رہئے گا — صحابہ کا طریقہ زندہ کیجئے سارے شعبوں میں
وضع اپنی نہ رکھئے غیر قوموں کے طریقے پر — شریعت سے ہدایت مانگئے اعمال وفکروں میں
یہ کیجئے تب دعا کیجئے کہ آقا حشر میں کہدیں — الٰہی یہ انیس احمد بھی ہے میرے غلاموں میں

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام ہم اہل بیت میں داخل ہو چکا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ان کی زوجہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسلام لائیں اور میں بھی اسلام لایا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے، وہ کثیر مال والے تھے جو ان کی قوم میں پھیلا ہوا تھا...... یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ کی کنیت ام الفضل جو نقل کی گئی ہے یہ دراصل ان کے بیٹے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہے اور یہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ان دو افراد میں سے ایک ہیں جن کا سہارا لیتے ہوئے نبی کریم ﷺ مرض الوفات میں اپنا آخری خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تھے اور یہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جسد اطہر کو غسل دینے والوں میں بھی شامل تھے......حضرت ام الفضل

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصلی نام لبابہ تھا اور یہ حضرت لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کی سگی بہن بھی تھیں، انہی کی ایک اور بہن حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں اور ایک بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔

اللہ کا دشمن ابولہب بدر سے پیچھے رہ گیا تھا اس نے بجائے اپنے عاص بن مغیرہ کو بھیج دیا تھا، وہ لوگ اسی طرح کرتے تھے کہ کوئی شخص لڑائی میں اگر شامل نہ ہوسکتا تھا تو اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو ضرور بھیجا کرتا تھا ......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر میں کفارِ قریش کی ہلاکت و پسپائی کی خبر آئی تو ہم لوگوں نے اپنے دلوں میں قوت وغلبہ محسوس کیا...... میں ایک کمزور آدمی تھا......ایک حجرے میں پیالے بنایا کرتا تھا بس یونہی ایک دن میں اس میں بیٹھا پیالے بنا رہا تھا، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی میرے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں ...... اور ہم لوگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر سے خوش تھے کہ اچانک ابولہب تکبر کے ساتھ اپنے پاؤں کھینچتا ہوا آیا اور اسی حجرے کی رسیوں کے پاس اس طرح بیٹھ گیا کہ اُس کی پشت میری پشت کی طرف تھی......وہ بیٹھا ہوا تھا کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آیا ہے (یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں لیکن اس وقت تک آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، یہ ابولہب کے بھی حقیقی بھتیجے تھے) ابولہب نے انہیں دیکھتے ہی اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور بولا، اے میرے بھتیجے، میری جان کی قسم تمہارے پاس خبر ہے، بتاؤ کہ بدر میں لوگوں کی کیا کیفیت تھی...... ابوسفیان بولے، واللہ کچھ بھی نہیں تھا سوائے اس کے کہ ہم لوگ اس قوم (فدایانِ محمد ﷺ) سے ملے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا،...... وہ لوگ جس طرح چاہتے تھے ہمیں قتل کرتے تھے......اور جس طرح چاہتے تھے ہمیں قید کرتے تھے اللہ کی قسم، باوجود اس کے میں نے لوگوں کو ملامت نہیں کی ......ہم ایسے گورے آدمیوں سے ملے جو ابلق گھوڑوں پر آسمان وزمین کے درمیان معلق تھے، واللہ نہ ان گھوڑوں کی کوئی نظیر ہے اور نہ ان افراد کی ...... یہاں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجرے کی رسیاں اپنے ہاتھ سے اُٹھائیں اور کہا واللہ وہ ملائکہ تھے......ابولہب نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر بڑے زور سے میرے منہ پر مارا میں سنبھل کر اس سے لپٹ گیا لیکن میرے کمزور ہونے کی بنا پر اس نے مجھے اُٹھا کر زمین

پر دے مارا اور میرے سینے پر چڑھ کر مارنے لگا......میرا یہ حال دیکھ کر حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُٹھ کر حجرے کے کھمبوں میں سے ایک کھمبے تک گئیں اور لے کر اس سے ابولہب کو ایسا مارا کہ اُس کے سر میں گہرا زخم پڑ گیا، اور کہنے لگیں کہ اس کا آقا موجود نہیں ہے تو تُو اسے کمزور سمجھتا ہے......ابولہب ان کے اس رویہ سے ذلیل ہو کر پشت پھیر کر کھڑا ہو گیا......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ اس کے بعد وہ سات رات سے زیادہ زندہ نہیں رہا......اللہ تعالیٰ نے اسے عدسہ کی بیماری لگا دی (اس بیماری میں پیشانی پر مسور کے دانے کے برابر ایک زہریلا دانہ نکل آتا ہے) بس اسی بیماری نے اسے قتل کر دیا......پھر اس دشمنِ خدا کا یہ حشر ہوا کہ مرنے کے بعد کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا رہا تھا یہاں تک کہ اس کے دونوں بیٹوں نے بھی اس کی لاش کے قریب جانا چھوڑ دیا اور اسے دفن بھی نہیں کیا دو تین راتیں اسی حال میں گزر گئیں حتیٰ کہ اس کی لاش سے بدبو آنے لگی......تب قریش کے ایک شخص نے اس کے بیٹوں کو عار دلائی کہ تمہیں شرم نہیں آتی، تمہارا باپ اپنے گھر میں پڑا سڑ گیا ہے اور تم اسے دفن نہیں کرتے......انہوں نے پھر اس شخص سے بھی یہی کہا کہ ہم اس زخم کی وجہ سے اس کے قریب نہیں جاتے کہ کہیں ہمیں بھی یہ بیماری نہ آ گھیرے......آخر اس شخص نے انہیں یوں آمادہ کیا کہ چلو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں، تب ان لوگوں نے مل کر اسے غسل دیا اور غسل بھی یوں دیا کہ دور سے اس پر پانی پھینک دیتے تھے اور اسے ہاتھ نہیں لگاتے تھے......پھر اسے مزدوروں کے ذریعے لاد کر مکہ کے اونچے حصے میں ایک دیوار کی طرف دفن کیا اور پتھر ڈال کر اسے چھپا دیا

ان کی اطاعت سب پر واجب، ان کی محبت لازم ہے ان سے عقیدت ہر مخلوق کو، وہ تو سراپا رحمت ہیں
ان کی دعا میں ہم سب شامل، ان کی لگن ہے سینوں میں ان سے نفرت کرنے والے آپ نشانِ عبرت ہیں

بدر کے بعد حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقیم ہو گئے......غزوہ احد میں، غزوہ خندق میں اور ان کے بعد بھی تمام اہم مواقع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ حاضر رہے......نبی کریم ﷺ نے اپنی آزاد کردہ باندی حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح فرما دیا اور وہ بھی ان کے ساتھ خیبر میں موجود تھیں......انہی کے بطن سے حضرت عبد بن ابورافع پیدا ہوئے اور یہ حضرت عبد وہی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب رہے ہیں۔

آپ کا انتقال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔

حدیث کی کتابوں میں آپ کی ۶۸ روایتیں موجود ہیں ......اور غلام ہونے کے باوجود آپ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس ایک کاتب لے کر آتے تھے اور سوال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کیا تھا حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے جاتے تھے اور کاتب قلم بند کرتا جاتا تھا...... نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خوشی میں انہیں آزاد فرما دیا تھا لیکن آزادی کے بعد بھی انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت گزاری کا شرف نہیں چھوڑا چنانچہ سفر وغیرہ میں خیمہ یہی نصب کرتے تھے۔

اب آخر میں ہم رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ان کو ملنے والے ایک اہم ترین اعزاز کے ذکر پر اپنے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو کفار کی ذہنی، دلی اور عملی غلامی سے مکمل آزادی دے کر رسول اللہ ﷺ کی فکری و عملی غلامی کے بندھن میں مضبوط باندھ لیں کہ یہی ہماری اصل کامیابی و ترقی ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کو زکواۃ پر عامل بنا کر بھیجا تو انہوں نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کے پاس فرصت ہو تو اس کام میں میرے ساتھ شامل ہو جایئے اور میں اس کے عوض آپ کے لئے عاملین کا حصہ مقرر کردوں ......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تاوقتیکہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر نہ کرلوں ...... جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابورافع! ہم لوگ اہل بیت ہیں، ہمارے لئے زکوۃ حلال نہیں ہے، قوم کا مولیٰ انہی میں سے ہے...... **مولی القوم من انفسھم**

یہ وعدہ روح تک میری گیا ہے　　کیا ہے جو وفا کا میں نے وعدہ
انہوں نے خود مجھے اپنا کہا ہے　　مرا دل کیوں نہ ان کے ہاتھ بکتا

شہیدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی

عکسِ جمیل

صفحات 186

مؤلف: مفتی خالد محمود　　بہ اہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۳)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے افادات کی روشنی میں معاشی ناانصافی پر مبنی سرمایہ داری نظام کے وہ تباہ کن اصول یہ ہیں۔

(۱)......صنعتی اجارہ داریاں

ان صنعتی اجارہ داریوں کی وجہ سے ساری بین الاقوامی منڈیاں، اکانومی کا سارا نظام ایک مخصوص طبقے کے ہاتھ میں ہے اور وطن عزیز میں بڑے سرمایہ دار منڈی اور مارکیٹ پر قابض ہیں۔ بیوپار، خرید وفروخت اور قیمتوں کو اپنے طبعی اور فطری رفتار سے ہٹا کر مصنوعی گرانی پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر یہ اجارہ داریاں ٹوٹ جائیں تو دوگنا چوگنا بلکہ دسیوں گنا تک کا جو اضافی منافع سرمایہ داروں اور ان کے دلالوں اور نو دولتیوں کی جیبوں میں جارہا ہے اس کا سلسلہ رک جائے اور فاقہ کش عوام کی زندگی آسان ہوجائے۔ کھلے بندوں عام مسابقت کی فضا پیدا ہو کر طلب و رسد کا نظام متازن ہو جائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کلیدی صنعتوں، فولاد سازی، تیل وغیرہ سے مخصوص طبقہ اور سرمایہ داروں کے حصص اور ان کی اجارہ داری ختم کر کے صرف متوسط اور غریب طبقہ کے حصص شامل کئے جائیں جن کی آمدنی ماہانہ دس پندرہ ہزار روپے تک ہے مثلاً:

(۲)......سود (بینکنگ سسٹم)

سود ارتکاز دولت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ قوم کے لاکھوں کروڑوں افراد کی جمع پونجی سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ اس سودی نظام کی وجہ سے چند سرمایہ داروں، ساہوکاروں کی جیب میں چلا جاتا ہے یہ طبقہ بینک سے کروڑوں کا قرض لے کر اونچے پیمانے کی تجارتیں کرتا ہے، عوام کو ان کی جمع پونجی پر بینکوں وغیرہ سے معمولی شرح سود ملتا ہے اور یہ سارا جمع شدہ سرمایہ اس سے دوگنے شرح سود پر سرمایہ دار بینک سے لے لیتا ہے اور پھر تجارت کر کے مصنوعات بنا کر اصل لاگت مع شرح سود بلکہ اس سے بھی زیادہ اس چیز کی قیمت رکھ لیتا ہے۔ اس طرح عوام کی جمع پونجی پر سرمایہ دار طبقہ نے یہ مصنوعات بازار میں پہنچائیں اور عوام کو بینک نے جو سود دیا تھا اور اس سے دوگنا سود جو سرمایہ دار نے بینک کو دیا تھا اب یہ اصل اور سود سارا اس پروڈکٹ (Product) کی قیمت میں شامل ہو کر واپس سرمایہ دار کی جیب میں پہنچ گیا۔ عام آدمی نے اپنی

جمع پونجی پر سود کی شکل میں جو تھوڑا بہت حرام کمایا تھا اس کا دوگنا پروڈکٹ کی قیمت کی شکل میں بالواسطہ اور بلا واسطہ سرمایہ دار اور بینک دونوں کو واپس کر دیا (جبکہ اسلامی نظام معیشت میں سودی شراکت کی بجائے مشارکت ومضاربت کی بنیاد پر اجتماعی تجارت ہوتی ہے جس کے منافع متناسب طور پر نیچے سے اوپر تک ہر شریک کو پہنچتے ہیں)

(۳)......سٹہ

ارتکاز دولت اور گرانی کا تیسرا تباہ کن سبب سٹہ کی اندھی تجارت ہے۔ نظام سرمایہ داری نے اس کو اسٹاک ایکسچینج کے پردہ زرنگاری میں چھپایا ہے اس تباہ کن کاروبار کی وجہ سے مال ابھی بازار سے کوسوں دور ہوتا ہے بلکہ جگہ سے چلا بھی نہیں ہوتا کہ اس پر سینکڑوں سودے ہو جاتے ہیں ہر سودے پر پچھلا بیوپاری اپنا منافع لے کر درمیان سے نکل جاتا ہے اور سودے کا معاہدہ اگلے بیوپاری کے سپرد ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو پیداوار کھیت یا گودام سے پہلی ڈیمانڈ پر ایک روپے میں روانہ ہوئی تھی وہ سٹہ بازی ہو ہو کر دسویں سٹہ باز کے پاس پہنچتے پہنچتے دس روپے کی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد پھر پرچون فروش کے منافع کا تناسب شروع ہوتا ہے اندازہ لگائیں صارف کے پاس کتنے میں پہنچے گی۔ اب یہ پیداوار فرض کریں گندم کی ایک من کی بوری تھی تو خود اندازہ لگائیں کہ اس سودے میں سٹہ باز مفت خور طبقے نے کتنا کمایا اور خون پسینہ ایک کر کے پیداوار کو وجود (ظاہری) دینے والے نے کیا کمایا۔ سرمایہ داری نظام سے ہٹ کر فطرت کے سادہ نظامِ تقسیم دولت میں اس سودے کو دیکھیں تو معاملہ بڑا سیدھا سادا اور سودا بڑا سستا ہے کیونکہ گندم والے نے مثلاً ایک روپے کی گندم بیچی اگر آڑھتی اور دلال نے خریدی تو دس فیصد کے حساب سے اس نے منافع رکھ کر ایک روپے دس پیسے کی بیچی اس سے بیوپاری دوکاندار نے خریدی، اگر وہ تھوک فروش تھا تو کچھ منافع رکھ کر اس نے پرچون فروش پر بیچی اور پرچون فروش نے ایک متناسب منافع رکھ کر صارف کو بیچی تو خرمن اور کھیت سے ایک روپے میں نکلنے والی گندم صارف کے گھر زیادہ سے زیادہ دو روپے میں پہنچ جائے گی لیکن درمیان میں اگر سٹہ باز مفت خوروں کا کھیل شروع ہو گیا جو پیداوار کے اصل نظام فطرت میں نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں، تو خیر سے یہی گندم صارف کے پاس کم از کم دس روپے میں پہنچے گی اور سٹہ باز جتنے بڑھتے جائیں گے چیز اتنی مہنگی ہوتی جائے گی۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی　　　اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو آگ میں جلا دو

(۴)......جوا اور قمار

موجودہ سرمایہ دارانہ سسٹم میں معاشی ناہمواری اور دولت کے ایک مخصوص طبقے میں ارتکاز کا ایک اور بڑا سبب جوا بازی اور قمار ہے۔ [۱] انشورنس، بیمہ پالیسی کی ساری عمارت اس جوئے اور قمار پر کھڑی ہے۔ انشورنس کمپنیوں کے جمع شدہ سرمایہ سے اصل فائدہ بڑے سرمایہ داروں، صنعت کاروں اور کارخانے داروں کو پہنچتا ہے۔ غریب کو لے دے کے اس سے کچھ فائدہ پہنچتا بھی ہے تو وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے مصداق ہے۔ یہ سرمایہ دار ہی ہیں جو آئے دن مختلف حادثات کا ہوّا کھڑا کر کے انشورنس کمپنیوں سے لمبی لمبی رقمیں بٹورتے ہیں، کبھی ان کا کوئی جہاز ڈوب جاتا ہے کبھی ان کے تجارتی گوداموں کو آگ لگ جاتی ہے، غریب تنخواہ دار کو یہ سلسلے کہاں میسر ہیں؟ لیکن سرمایہ دار کے ان جھوٹ سچ کارستانیوں کی قیمت ان غریب ومتوسط کھاتے داروں کو ہی چکانی پڑتی ہے جن کا سرمایہ انشورنس کمپنیوں میں لگا ہوا ہے۔

سرمایہ دار کا جہاز ڈوبا ہو نہ ڈوبا ہو بیڑہ اسی غریب کھاتے دار کا غرق ہوگا، سرمایہ دار کی واقعی یا غیر واقعی آفت و مصیبت کا نزلہ اسی پر گرے گا......اسلامی نظام معیشت میں اس کے متبادل خیر خواہی، خدا ترسی اور انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت ''امداد باہمی'' کی انجمنوں کا قیام ہے تاکہ سرمایہ دار اور صاحب مال لوگوں کی طرف سے معاشرے کے مفلوک الحال اور غریب افراد وطبقات کی حادثات وحاجات میں امداد وتعاون اور کفالت ہوسکے جو کہ خداوند قدوس کے دیئے ہوئے مال میں شکر گزاری کا ایک طریقہ اور اور صدقہ وخیرات کی ایک کثیر الفوائد صورت ہے [۲]۔ اس کے علاوہ گھوڑوں کی ریس، میڈیا وغیرہ کے ذریعے معمہ بازیاں، قسما قسم کی لاٹریاں، کھیل تماشوں کے سیزن ٹکٹ وغیرہ یہ سب قمار کی وہ تباہ کن شکلیں ہیں جن کے تحت بڑی فنکاری اور پرکاری سے غریب کی جیب سے ایک ایک پیسہ کھینچ کر کسی جوئے باز فرد یا کمپنی کو نہال کر دیا جاتا ہے۔ اس جرم میں وہ سب لوگ خود بھی پوری طرح شریک ہیں جو حرص ولالچ اور حب مال کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان اسکیموں میں حصہ لیتے ہیں اور برضا ورغبت لٹنے پر راضی ہیں کہ شائد ہمارے چار پیسے ہزاروں روپوں کو

---

[۱] قمار اس کو کہتے ہیں کہ جس معاملہ میں کسی مال کا مالک بنانے کو اس شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود وعدم کی دونوں جانبین مساوی ہوں جس کی وجہ سے خالص نفع یا خالص تاوان برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی مساوی ہوں (شامی ج ۵ کتاب الحظر و الاباحہ بحوالہ معارف القرآن ج ۱)

[۲] یاد رہے کہ گذشتہ سالوں میں اس سلسلہ میں بعض اسلامی ممالک میں کافی پیش رفت ہوچکی ہے ''تکافل شرعیہ'' کے نام سے انشورنس کمپنیوں کے متبادل اسلامی روح سے قریب تر کمپنیاں وجود میں آ چکی ہیں۔ دارالعلوم کراچی میں چند سال پہلے اس سلسلہ میں ایک بین الاقوامی سطح کا سیمینار ہوا تھا جس میں دیگر اسلامی ممالک سے بھی معاشیات کے ماہر اسلامی سکالر وفقہاء شریک ہوئے تھے اور اس سلسلہ کا وسیع پیمانے پر آغاز کرنے کے لئے اسلامی اصول وضوابط مرتب ومنقح کئے گئے تھے اور اب اس کے تحت عملاً کافی کچھ پیش قدمی ہوچکی ہے۔

کھینچ لائیں ورنہ کوئی بڑا نقصان نہیں......سو پچاس روپے ہی ہمارے ضائع ہو جائیں گے لیکن کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا تو پڑتا ہے۔ یہ وہ ذہنیت ہے جو حرص و لالچ اور مال کی محبت سے پیدا ہوتی ہے اور اس ذہنیت کا فائدہ قمار باز، جوئے باز اٹھاتا ہے، کہ مال کمائے، اور راتوں رات دولتمند بننے کی کبھی کوئی ڈگڈگی بجائی اور کبھی کوئی فنکاری دکھائی اور لاکھوں سے پیسہ کھینچ لیا۔ اگر مسلمان عوام اور یہ عام لوگ ذرا سوچیں کہ اس عمل کی اسلام میں کیا حیثیت ہے، اس جوئے بازی سے بالفرض ان کی قسمت کی لاٹری نکل بھی آئے کوئی قارون کا خزانہ ان کے ہاتھ آ بھی جائے تو اسلامی شریعت میں تو جوئے کی یہ کمائی حرام ہے، خبیث مال ہے، سور اور شراب کی طرح نجس و پلید ہے۔ آخر مسلمانی کا بھی کوئی تقاضہ ہے یا یہ مال ہی قبلہ حاجات اور مقصود زندگانی ہے کہ آخرت برباد ہو، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں اور اس ناراضگی کے نتیجے میں جان، مال، گھر بار سے خیر و برکت اٹھ جائے، نحوستوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے (جیسا کہ قرآن وحدیث میں مال حرام پر یہ وعیدیں خود دنیوی زندگی کے متعلق بھی وارد ہیں) لیکن ہمیں بس یہ مالِ خبیث ہاتھ آ جائے، اور پھر لاٹری ۱۰۰ آدمیوں میں سے مثلاً ایک کی نکلے گی اس لئے ہر ایک کو اس جوئے بازی سے کمائی ہونے کی گویا سوویں درجے میں ہی امید ہو سکتی ہے ننانوے درجے احتمال اصل رقم بھی ضائع ہونے کا ہے۔ لیکن مال کا حریص اتنی موہوم امید و امکان پر بھی رسک لینے کے لئے تیار ہے۔ اس کو حرام خوری کا چسکا ہی کہا جا سکتا ہے جو شراب کے نشے سے شائد ہی کم ہو۔ ع چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

جوئے بازی کی کسی بھی سکیم میں حصہ لینے والا اس مغالطہ میں نہ رہے کہ اگر متوقع انعام یا منافع حاصل نہ بھی ہوا تو پھر کیا پھر محض سو پچاس روپے کا نقصان ہے جو کوئی بڑا نقصان نہیں، کاش کہ بات اتنی ہی ہوتی مگر اصل یہ ہے کہ سو پچاس روپے کے نقصان کے ساتھ آخرت اور قبر کا بھی خسران ہے۔ خداوند قدوس جو ہمارے رب ہیں ہمارے خالق مالک رازق ہیں ان کی ناراضگی اور غضب میں مبتلا کرنے والا عمل ہے۔ اس طرح ہم اپنے رب کے اس فرمان کا مصداق بن جاتے ہیں۔

خَسِرَ الدُّنیَا وَالْآخِرَةِ ذَالِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ(الکھف)

ترجمہ: دنیا میں بھی خسارے میں پڑے اور آخرت میں بھی، وہی کھلا گھاٹا اور نقصان ہے۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چوسر (نردشیہ جو کہ جوئے بازی کی قسم کا ایک کھیل تھا) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں ہاتھ رنگتا ہے (معارف القران ج۱) (جاری ہے..........)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

راستہ کے آداب (دوسری وآخری قسط)

✪......بعض لوگ بلاسخت مجبوری کے خواہ مخواہ یا اپنی سہولت کی خاطر راستہ کے درمیان میں گاڑی کھڑی کرکے اپنے کام وکاج میں مصروف ہو جاتے ہیں اور گزرنے والے پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ راستہ میں کوئی ریڑھی وغیرہ کھڑی کرکے گزرنے والوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، لہذا جب کبھی گاڑی وغیرہ کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اول تو کوشش کرنی چاہئے کہ راستہ سے ہٹ کر کسی ایسی جگہ کھڑی کریں جس سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے، پھر بے شک اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کچھ دور پیدل چلنا پڑ جائے۔ اپنی جان پر تھوڑی سی مشقت برداشت کر لینا یہ دوسروں کی تکلیف وایذاء پہنچانے کے گناہ اور اس کے عذاب سے بہت ہلکی چیز ہے۔ اور اگر بالفرض کہیں راستے کے علاوہ کوئی جگہ گاڑی کھڑی کرنے کے لئے میسر نہ آئے اور راستہ میں ہی گاڑی کھڑی کرنا مجبوری بن جائے تو بھی یہ اہتمام کرنا ضروری ہے کہ راستہ سے ہٹ کر جتنا ممکن ہو کنارہ پر کھڑی کریں، اور ممکنہ حد تک ایسی جگہ تلاش کریں جہاں دوسروں کو کم از کم تکلیف کا سامنا ہو، اس کے باوجود بھی جلد از جلد اپنی ضرورت پوری کرکے فارغ ہونے کا اہتمام کریں۔

ریڑھی وغیرہ بھی گزرنے والوں کے راستہ سے ممکنہ حد تک الگ کرکے کنارہ پر کھڑی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

✪......بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے گھر سے کوڑا کرکٹ جمع کرکے باہر گلی میں پھینک دیتے ہیں، یا کسی دوسرے کے گھر کے باہر ڈال دیتے ہیں، پھر بعض اوقات وہ کوڑا گزرنے والے لوگوں اور گاڑیوں کے نیچے آکر دائیں بائیں پھیل جاتا ہے، یا وہیں پڑا پڑا سڑتا رہتا ہے، جس سے تعفن اور بدبو پھیلتی ہے، اور اس طرح پڑا ہوا یہ کوڑا دوسروں کی تکلیف کے ساتھ لوگوں کی بیماری کا بھی باعث بنتا ہے۔ اس قسم کی حرکتیں تہذیب وتمدن کے اعتبار سے بہت گھٹیا حرکتیں ہیں، اور ان لوگوں کے اوچھے اور گھٹیا پن کی علامت ہیں، ایسے لوگوں کو مہذب اور شریف نہیں کہا جا سکتا، اور آخرت کے اعتبار سے بھی یہ حرکات و سکنات عذابِ الٰہی کا باعث ہیں، دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بعض اوقات دنیا میں بھی ایسے لوگوں کی

جان و مال پر وبال آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

✪...... ہمارے معاشرہ میں بعض لوگ ایسے بھی آباد ہیں جو شادی بیاہ یا کسی اور خوشی کے موقع پر راستوں اور گزرگاہوں میں فائرنگ اور آتش بازی سے آگ کا کھیل کھیلتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسروں کے آرام وغیرہ میں بھی خلل آتا ہے اور بعض اوقات آگ وغیرہ کسی کے اوپر گرنے سے جانی نقصان بھی ہوجاتا ہے، یہ حرکت بھی شریعت کی تہذیب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی تہذیب کے بھی خلاف ہے

✪......بعض لوگ اپنی نالیوں یا پرنالوں اور گندے پانی کے پائپ راستوں میں اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ یا تو وہ پانی راستہ میں گرتا ہے اور پانی جمع ہونے کی وجہ سے گزرنیوالوں کو تکلیف ہوتی ہے، یا پھر لوگوں کے اوپر اس کی چھینٹیں پڑتی ہیں، اسی طرح بعض لوگ اپنی اوپر کی ٹینکی کے اوور فلو (اضافی پانی خارج ہونے) کا پائپ اور نالی باہر سڑک اور گلی کی طرف کردیتے ہیں، یہ لوگ اپنے آپ اور اپنے گھر کو تو پانی سے بچا لیتے ہیں، اور ان لوگوں کو اپنی تکلیف کا احساس تو ہوتا ہے، مگر باہر گزرنے والے لوگوں کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اور اوپر سے یہ ظلم بھی کرتے ہیں کہ پانی چڑھانے کا موٹر چلا کر سوتے پڑے رہتے ہیں یا کسی کام کاج میں مصروف ہوجاتے ہیں، اور ٹینکی بھر جانے کے بعد گزرگاہوں پر پانی گرتا رہتا ہے اور گزرنے والے بچے بڑے، نمازی غیر نمازی بیمار اور مریض سب پریشان رہتے ہیں۔

یہ لوگ ایک طرف تو پانی کے بے جا ضیاع کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، دوسرے کسی کو تکلیف پہنچانے کا جرم بھی اپنے کندھوں پر ڈال لیتے ہیں، یہ لوگ ابھی سے سوچ لیں کہ دوسروں کو تکلیف و ایذا پہنچا کر خود آرام کرنے کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا کیا یہ آرام اس عذاب کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسی غفلت سے حفاظت فرمائیں۔

✪......بعض لوگ نالیوں کے اوپر سے ڈھکن چوری کر کے ان کو چند ٹکوں کے عوض فروخت کردیتے ہیں، اور اسی طرح ایک مدت تک نالی یا گٹر کے اوپر ڈھکن نہ ہونے کی وجہ سے پورے علاقہ کے لوگ ایذاء و تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں اور بعض اوقات جانی نقصان بھی ہوجاتا ہے۔ چند ٹکوں کے لالچ میں دوسروں کو تکلیف پہنچانا اور ان کی جان سے کھیل جانا، کتنی خود غرضی اور حماقت کی بات ہے، جبکہ اس سے جو پیسہ حاصل کیا گیا وہ بھی سراسر حرام اور ناجائز ہے، اس قسم کی حرکات میں متبلا لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہئے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۹)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ''میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

چوتھا باب (متفرق عام اصلاحی امور)

(اس چوتھے اور آخری باب میں وہ اصلاحی امور جمع کئے گئے ہیں، جو مختلف اصلاحی امور سے متعلق ہیں)

عرض......مجلس کے بعد یا کسی اور وقت احقر کچھ وقت آپ کی خدمت میں لگانا چاہتا ہے؟

ارشاد......کیوں۔کس نیت سے [1]

عرض......احقر سے ایک دعوتِ طعام کے سلسلہ میں غلطی کا صدور ہوگیا ہے۔(کہ آنجناب کی اجازت کے بغیر اور بلا کسی صحیح مقصد کے احقر نے بعض حضرات کی کھانے کی دعوت کی جس پر آپ والا نے متنبہ فرمایا(اور پھر یہ دعوت منسوخ کرنا پڑی)اسی وقت سے احقر اپنی غلطی پر پشیمان ہے۔بہت افسوس ہے، حتیٰ کہ رات کوخواب میں بھی کچھ پریشانی سی اس قسم کی دیکھنے کوآئی۔معافی کا طالب گار ہوں احقر کومعاف فرمادیا جاوے تاکہ دلی سکون حاصل ہوانشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اس قسم کی باتوں پرخصوصی توجہ رہے گی۔ [2]

---

[1] یہ تقریباً ابتدائی مکتوبات میں سے ہے، جو عام اصلاحی اُمور کے باب میں درج ہونے کی وجہ سے دیگر ابواب سے مؤخر ہوگیا۔

[2] احقر نے حضرت والا سے اجازت لیے بغیر بلاوجہ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے اساتذۂ کرام وغیرہ کی دعوت کردی تھی اور دعوتِ طعام بھی قصبہ تھانہ بھون میں کی تھی، دعوتِ طعام پر مدعو حضرات کوایک قصبہ سے دوسرے قصبہ تک لیجانے اور پھر واپس لانے کے انتظامات بھی کرنا تھے؛ حضرت والا رحمہ اللہ کو میری طرف سے اس نوعیت کی دعوتِ طعام کرنا بوجہ طالبِ علم ہونے اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر پسند نہ آیا اور حضرت والا نے زبانی طور پر مجھ سے یہ سوال بھی فرمایا تھا کہ کیا کوئی ولیمہ ہے؟ یا عقیقہ وغیرہ ہے؟ یا پھر اس دعوت کا داعیہ کوئی اور شرعی وجہ ہے؟ اور جب میری طرف سے اس دعوت کی کوئی معقول وجہ پیش نہیں کی جاسکی تو حضرت والا نے فرمایا؛ اس طرح دیکھا دیکھی دوسرے طلبہ کو بھی حرص یا احساس ہوگا اور پھر یہ سلسلہ آگے ترقی کرے گا، جس میں کئی مفاسد ہیں؛ نیز اساتذۂ کرام اور طلبہ کی تعلیم کا وقت بھی خرچ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔اس لیے اس دعوت کو معطل کردینا مناسب ہوگا۔

حضرت والا کی طرف سے اس دعوت کی ناپسندیدگی کے نتیجے میں احقر کے دل میں ایک بوجھ پیدا ہوگیا تھا، جس کے لیے حضرت والا کی طرف رجوع کیا؛ حضرت والا کی مندرجہ بالا ہدایت سے تسلی واطمینان حاصل ہوا۔

Idara Ghufran

ارشاد......اب تو عجیب خوش کن خوش دل طریق ہوگیا۔

عرض......احقر نے پہلے یہ مضمون عرض کیا تھا کہ دوپہر وغیرہ میں کچھ وقت احقر آپ کی خدمت میں لگانا چاہتا ہے مقصد اپنی اصلاح ہے۔

ارشاد......دوپہر کو تو آپ آتے ہیں۔ ۱

عرض......احقر کو آپ کی زیارت سے رقتِ قلب محسوس ہوتی ہے اس لئے احقر زیادہ سے زیادہ وقت آپ کی خدمت میں صرف کرنا چاہتا ہے۔

ارشاد......دوپہر اور بعد عصر تو آپ آتے ہیں ہی۔ ۲

عرض......مدرسہ ہذا کے ایک استاذ صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت والا کے پاس دن میں صرف ایک مرتبہ جایا کرو اور مجلس کے بعد بھی حضرت کے پاس نہ بیٹھا کرو اس سے حضرت کو تکلیف ہوتی ہے اور زیادہ آنے جانے سے محبت بھی کم ہوجاتی ہے اور کبھی حضرت کے پاس زیادہ لوگ ہوں تو تھوڑی دیر کے بعد فوراً واپس آجایا کرو اور آپ روزانہ حضرت کے پیر دباتے ہو اس کی بھی ناغہ کردیا کرو۔ اب حضرت والا فرمائیں کہ اس سلسلے میں احقر کو کیا ردِّعمل اختیار کرنا چاہیے۔

ارشاد......زبانی بات۔ کاپی ساتھ لانا ۳

عرض......اولاً زبان پر کن کلمات کا ورد رکھا جائے اور کیا طریق اپنایا جائے۔

ارشاد......درود شریف اور سکوت کا طریق۔ ۴

عرض......بسا اوقات دل میں کچھ وساوس پیدا ہوتے ہیں۔

---

۱ احقر نے بغیر اجازت دوپہر کو حاضری شروع کردی تھی اور پھر ساتھ ہی تحریری اجازت چاہی تھی؛ جس کے جواب میں حضرت نے دوپہر کو آنے کی خبر کے جملہ کے ساتھ اجازت مرحمت فرمادی۔

۲ کچھ روز بعد احقر نے عصر بعد بھی حاضری شروع کردی اور ساتھ ہی تحریری اجازت چاہی، اس کی بھی حضرت والا نے شفقت فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمادی۔

۳ حضرت والا کی مبارک عادت یہ تھی کہ پہلے اس قسم کی شکایات وحکایات کی پوری تحقیق فرماتے تھے تاکہ مسئلہ کی پوری نوعیت واضح ہونے کے بعد بصیرت کے ساتھ اس پر ہدایت دی جاسکے؛ چنانچہ حضرت والا نے اس سلسلہ میں زبانی تحقیق فرما کر بندہ کو اس وقت کی مناسبت سے کچھ ہدایات ارشاد فرمائی تھیں۔

۴ حضرت والا نے دو مختصر لفظوں میں ورد اور طریق کی ایسے انداز میں وضاحت فرمادی جو ایک شیخِ کامل ہی کی شان کے لائق ہے، کہ درود شریف بطورِ ورد تجویز فرمایا، جس کا تعلق زبان سے ہے اور بطورِ طریق سکوت اور خاموشی تجویز فرمائی، اس کا تعلق بھی زبان سے ہے، گویا کہ حضرت والا نے زبان کی اصلاح کو مقدم فرمایا۔ واقعی مذکورہ ورد اور طریق دونوں ہی اتنے جامع اور اہم اور اصلاح میں معین ہیں، جن کا فائدہ پڑھنے اور سُننے سے زیادہ عمل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

ارشاد......نظر انداز۔ ۱

عرض......دادا مرحوم (منشی سلیمان صاحب) نے اپنی زندگی میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے استعمال فرمودہ کچھ کپڑے احقر کو عنایت فرمائے تھے جو الحمدللہ احقر کے پاس موجود ہیں کیا احقر ان کو استعمال کر لے۔

ارشاد......وہ تو بڑے ہوں گے آپ کے بدن پر کس طرح آئیں گے کیا کاٹ کر؟ ۲

عرض......کبھی احقر گھر میں موجود ہوتا ہے تو بعض اجنبی خواتین آجاتی ہیں یا پہلے سے موجود ہوتی ہیں اور احقر کو علم نہیں ہوتا احقر گھر میں جاتا ہے اور وہ پردہ نہیں کرتیں احقر کو کچھ اپنی گھر میں ضروریات بھی ہوتی ہیں ایسے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

ارشاد......اپنا پردہ ہو۔رخ کی تبدیلی۔ ۳

عرض......احقر بہت کوشش کر رہا ہے کہ سکوت کی عادت پیدا ہو۔اور لغو گوئی و بلاضرورت کلام کی عادت ختم ہو مگر پھر بھی بلاضرورت غفلت میں بات نکل جاتی ہے غالباً یہ لاپرواہی کی وجہ سے ہے علاج مرحمت فرمادیں

ارشاد...... پہلے سوچ لیں کہ یہ کلام ضروری بھی ہے یا لغو اور لایعنی پھر اطلاع دیں۔ ۴

عرض......بسا اوقات مستقبل کے بارے میں خیالات آتے ہیں کہ شادی اس طرح اور اس جگہ ہونی چاہیے یہ خیال کبھی پڑھائی اور تعلیم کے دوران بھی آجاتا ہے اور تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہے زوال کا طریق تحریر فرمادیں

ارشاد......ایسے وساوس لَایُعْبَأُ بِہٖ میں سے ہیں۔ ۵

عرض......نماز میں مختلف خیالات آتے ہیں یکسوئی نہیں ہوتی۔دل نہیں جمتا کیا طریق اختیار کیا جائے

---

۱ وساوس کا جو علاج حضرت والا نے تجویز فرمایا،غور فرمایئے کہ کتنا مختصر اور جامع ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے میں بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بہت عظیم ہے،یعنی وساوس کی طرف توجہ نہ کرنا؛ادھر سے اپنی توجہ اور نظر کو ہٹالینا اور وساوس کو کوئی اہمیت نہ دینا

۲ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہ ملبوسات بحمداللہ تعالیٰ بندہ کے پاس محفوظ ہیں؛ اُس وقت ان کے استعمال کا بندہ کی طبیعت پر غلبہ ہوا تھا لیکن حضرت والا نے جس انداز سے تنبیہ فرمائی؛ اس کے بعد یہ تقاضا نہیں رہا، ورنہ شاید اب تک وہ محفوظ بھی نہ ہوتے۔

۳ مطلب یہ تھا کہ جب کسی نامحرم عورت سے غیر اختیاری طور پر یا مجبوری میں سامنا ہو تو عورت کے پردے کا منتظر نہیں رہنا چاہیے بلکہ خود ہی پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے؛ جس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ نظر اور رُخ کو اُدھر سے پھیر لیا جائے۔

۴ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ ’’پہلے تولو؛ پھر بولو‘‘ کو اپنی زندگی کا اصول بنالینا چاہیے،اس کی برکت سے فضول اور منکر باتوں سے نجات مل جاتی ہے۔

۵ پہلے بھی حضرت والا نے وساوس کا علاج مختصر لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ’’نظر انداز‘‘؛مگر جب دیکھا کہ ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے تو دوسرے انداز میں علاج مرحمت فرمایا۔

ارشاد......آداب ارکان ملحوظ اور حروف صاف، پورے، کان میں آواز آوے۔ ۱

عرض......احقر سچے دل سے یہ بات تحریر کر رہا ہے کہ احقر میں جو کبھی کسی وقت کوئی بھی خلافِ شریعت بات دیکھیں تو فوراً احقر کو روک وٹوک فرمادیا کریں۔ آپ کو احقر پر پوری طرح یہ اختیار حاصل ہے کہ جو چاہیں سزا دیں۔ مثل مردہ کے نہلانے والے کے ہاتھ میں۔

ارشاد......یہ حالِ فنا مخلوق کے ساتھ شانِ فناء خالق کے ساتھ کیسی ہوگی؟ یہ درس انفع درس ہے، ثبات ہو۔ ۲

عرض......احقر کچھ مدت سے سوچا کرتا تھا کہ تہجد کے عمل کی پابندی کتنا اہم عمل ہے جس دن مجھ کو اس نعمت کی توفیق مل گئی کتنی خوش قسمتی اور خوشی کا دن ہوگا اور بشاشت حاصل ہوگی اور دل میں اس کا مستقل شوق رہتا تھا اور تہجد پڑھنے والوں پر رشک آتا تھا کہ میں بھی کاش تہجد کی پابندی کروں۔ اور اس کے لئے جدوجہد کوشش بھی کرتا تھا مگر دوام نصیب نہ ہوتا تھا، لیکن الحمدللہ تعالیٰ اب جبکہ پابندی کی توفیق حاصل ہوگئی ہے وہ خوشی اور بشاشت جس کی احقر پہلے توقع کرتا تھا حاصل نہیں ہوئی۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ **اذا سرتک حسنتک وساء تک سیئتک فأنت مؤمن** (یعنی جب تمہیں تمہاری اچھائی سے خوشی اور برائی سے برائی محسوس ہوتو آپ مؤمن ہیں) مگر یہ بات احقر کو محسوس نہیں ہورہی کیا وجہ ہے معلوم نہیں

ارشاد......آپ خوشی ہیجان کو سمجھے، ادا کرنے کو دل چاہتا تھا ہونے لگا یہ خوشی کس قدر ہے تمنا پوری ہوئی ۳

---

۱ نماز میں وساوس اور خیالات کے خشوع میں خلل ڈالنے سے بچنے کا یہ بہت عمدہ اور مجرب علاج ہے کہ نماز کے ارکان وآداب کا لحاظ رکھا جائے اور نماز کے اذکار اور ان کے پورے پورے حروف کی صاف صاف اپنے کانوں میں آواز آئے۔

۲ مطلب یہ تھا کہ جب مخلوق کے ساتھ فنائیت کی یہ حالت ہے تو خالق کے ساتھ فنا کی شان کیسی ہوگی؟ اس لئے مخلوق کے اس تعلق کو خالق کے تعلق میں اضافہ کا باعث بنانا چاہئے۔

۳ حضرت والا نے خوشی اور ہیجان میں فرق کر کے طبعی اور عقلی خوشی میں فرق واضح فرمادیا، حدیث میں خوشی کا طبعی جوش مراد نہیں بلکہ خوشی مراد ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

مدرسین و معلمین سے چند باتیں (قسط۱)

مورخہ ۲۷ شوال ۱۴۲۷ھ بمطابق 21 نومبر 2006ء بروز منگل بعد نماز ظہر ادارہ غفران میں اساتذۂ کرام اور معلمینِ عظام سے مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم نے درج ذیل خطاب فرمایا (ادارہ......)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی درسی فن مشکل نہیں اگر ترتیب سے ہو اور کوئی فن آسان نہیں، اگر بلا ترتیب ہو، بس یہ چیز مفقود ہے، مدرسین اور متعلمین دونوں میں (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) آجکل بعضے مدرسین خود ہی کچھ محنت نہیں کرتے، بے پروائی کے ساتھ بے ترتیب تقریریں کرتے ہیں'' (حسن العزیز ص ۲۴۵ ملفوظ نمبر ۴۲۳)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مختلف موقعوں پر مدرسین و معلمین کے لئے اس قسم کی قیمتی اور مفید ہدایات بیان فرمائی ہیں، جو بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی بھی شعبہ روایتی اور رسمی انداز میں نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ہر شعبہ میں اس کی حقیقت اور اصل مقصود کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

درس و تدریس کا مشغلہ بھی رسمی اور روایتی چیز سمجھ کر اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

کتاب اصل مقصود نہیں ہوا کرتی، اصل مقصود اس کتاب کا مضمون اور وہ فن ہوا کرتا ہے، جس فن سے اس کتاب کا تعلق ہے۔ اس کتاب کے الفاظ اور ظاہری عبارت اصل مقصود نہیں ہوا کرتی۔

بغیر ترتیب کے درس و تدریس کرنا

اگر کتاب کی عبارت میں اغلاق اور پیچیدگی ہو تو پڑھانے والے کو ایسے انداز اور ایسی ترتیب سے پڑھانا چاہئے کہ اس کا مضمون بہتر طریقہ پر حل ہو جائے، لکیر کا فقیر نہیں بننا چاہئے۔ سبق پڑھانے سے پہلے جو کچھ پڑھانا ہے اس کی ترتیب ذہن میں بٹھا لینی چاہئے اور سبق پڑھانے کی ایسی ترتیب بنانی چاہئے جس سے وہ مضمون ایسے طریقہ پر حل ہو جائے کہ وہ طلبہ کو پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اگر آسان ترتیب کے ساتھ سبق اچھی طرح پڑھا دیا جائے تو وہ ایسا ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ پوری زندگی اس کا خاکہ ذہن

سے نہیں نکلتا، خواہ وہ مضمون کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہواور اگر ترتیب کے بغیر الٹ سلٹ پڑھا دیا جائے اس کو صحیح طرح منضبط نہ کیا جائے تو وہ مضمون اولاً تو ذہن میں بیٹھتا ہی نہیں ہے اور اگر بیٹھ بھی جاتا ہے تو وہ دیرپا نہیں ہوتا خواہ وہ مضمون کتنا ہی سہل کیوں نہ ہو۔آج کل ایک خرابی یہ ہے کہ الاہم فالاہم کا لحاظ نہیں ہوتا، کتاب تو کسی فن کی ہوتی ہے اور بحث دوسرے فن کی کی جاتی ہے مثلاً کتاب تو ہے فقہ کی اور سارا زور نحوی صرفی، یا منطقی بحث پر لگایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل فن اور اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا اور کیونکہ وہ کتاب اس فن کی ہوتی نہیں جس پر سارا زور لگایا جاتا ہے اس لئے وہ بحث بھی لا حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ کتاب لکھنے والے کے پیش نظر وہ فن اور اس کے اصول ہوتے ہی نہیں جس فن کے اعتبار سے بحث ہو رہی ہوتی ہے، اس لئے جب مصنف کے پیش نظر وہ فن نہیں ہے جس سے بحث کی جا رہی ہے تو اس فن کی بحثوں میں الجھنا کیا سود مند ہوسکتا ہے، بلکہ اس سے تو زیادہ نقصان کا خدشہ ہے۔

اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھنا چاہئے کہ مثلاً اردو زبان میں کسی نے ایک موضوع پر کوئی کتاب لکھی، اب اس مصنف کے سامنے اور اس کے پیش نظر وہی موضوع ہے، دوسرا موضوع نہیں۔مثلاً مسئلہ فقہ کا بیان کیا گیا ہے تو لکھنے والے کے پیش نظر اردو کی نحو وصرف اور گرائمر نہیں ہے اب اس عبارت میں اگر کوئی اصل موضوع کو چھوڑ کر گرائمر کے قواعد اس پر منطبق کرنا شروع کردے تو ظاہر ہے کہ اس سے ایک طرف تو اصل موضوع ومقصود سے محرومی ہو جائے گی اور دوسرے گرائمر کے مسائل بھی حل نہ ہوں گے۔

آج کل ہمارے یہاں عربی زبان کی کتاب کی عبارت پر سارا زور لگایا جاتا ہے لیکن جس فن کی کتاب ہے اس فن کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ طلبہ کی عربی باعتبار نحو وصرف کے کمزور ہے اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے تو ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ فن حل نہیں ہوتا اور عربی اور نحو وصرف کی کمزوریاں اس لئے دور نہیں ہوتیں کہ یہ اس کتاب کا موضوع نہیں۔

تو کتاب بحیثیتِ فن پڑھانا چاہئے۔اب ہوتا یہ ہے کہ آج کل طلبہ کی عربی کمزور ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انہیں عربی عبارت کے ذریعہ سے سبق کو حل کرنا مشکل ہوتا ہے، اور وہ کتاب کے اصل فن کو بھی حل نہیں کرپاتے۔ایسے وقت ضرورت تھی کہ اس فن کو سہل زبان میں پڑھا دیا جاتا کیونکہ فن تو خود مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً اگر آج کسی کو عربی زبان کی کتاب سے فقہ کے مسائل مشکل معلوم ہوں تو اسے اردو زبان میں لکھے ہوئے فقہ کے مسائل پڑھانا چاہئے تاکہ اسے مسائل کا علم ہو۔اگر ایسے وقت عربی پر ہی زور رکھا جائے گا

تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کو فقہ کے مسائل نہیں آسکیں گے۔

اسی طرح منطق وغیرہ کے فنون کو سمجھ لینا چاہئے۔اسی سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کام آسانی سے ہو سکے اس کو دشواری کے طریقہ سے نہیں کرنا چاہئے، حدیث میں ہے:

''مَا خُيِّرَ ﷺ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اِخْتَارَ اَيْسَرَهُمَا''

یہ سلامت طبع کی دلیل ہے کہ ہمیشہ آسانی کی طرف جاوے، جب دونوں شقیں برابر ہوں یعنی ہر طرح ثواب میں بھی مصلحت میں بھی۔غرض ہر طرح یکساں ہوں تو آسان شق اختیار کرنا چاہئے، باوجود تساوی کے پھر بھی مشکل میں پڑنا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے (چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں) مثلاً کوئی عبارت پیچدار ہی لکھنے کے فکر میں رہتے ہیں، بھلا فضول اپنے آپ کو غور وفکر کی مشقت میں ڈالنے سے کیا حاصل'' (حسن العزیز ص ۱۳۱، ملفوظ نمبر ۱۷۶)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۹ ''تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات''﴾

بھی یہ بات ثابت نہیں کہ جس میں صرف معصوم شخصیت ہی کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہو، شیعوں کی طرح ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہمارا امام معصوم ہے البتہ وہ اعلیٰ درجے کے عادل اور اہل استنباط میں سے ضرور تھے اور اہل استنباط کی اتباع اور پیروی کا حکم خود قرآن وحدیث میں صراحۃً موجود ہے (جیسا کہ دلائلِ تقلید میں بیان ہوا)

اعتراض نمبر (۵): حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کس امام کی تقلید کرتے تھے؟

جواب: حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو طرح کے گروہوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے (توبہ: ۱۲۱/نساء: ۵۹) ایک گروہ فقہاء کا ایک دوسرا گروہ غیر فقہاء کا اور خود قرآن ہی نے غیر فقہاء کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ''اعلام الموقعین'' نامی کتاب میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کثیر الفتویٰ (جن صحابہ کے فتاوٰی اور مسائل کا کام زیادہ تھا وہ) سات تھے، اور درمیانے درجے کے مفتی ۲۰ تھے اور قلیل الفتویٰ (کہ جن کے فتاوٰی اور مسائل کا کام زیادہ نہ تھا وہ) ایک سو چوبیس صحابہ تھے (تو اس طرح) کل مفتی صحابہ کرام کی تعداد ''۱۵۱'' ہوئی تو باقی تمام صحابہ کرام ان کی تقلید کیا کرتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر صحابی ایک علاقہ کا امام اور مقتداء تھا (حجۃ اللہ، ص ۱۴۱) اور پورا علاقہ ان کی تقلید کرتا تھا (از افادات استاذ یم مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ) (جاری ہے)

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط۱۴)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے اس خطبہ عربی نصاب کمیٹی سے کچھ مزید انتخاب عربی مدارس میں عربی ادب کی تعلیم اور معقولات (منطق وفلسفہ وغیرہ) کی تعلیم کے متعلق ملاحظہ ہو۔

''تیسری چیز جو میں آپ سے کہوں گا وہ یہ ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے ہندوستان میں عربی علم و ادب کی تعلیم ہمیشہ کمزور رہی، آپ کو معلوم ہے کہ عربی علم وادب میں اسلامی علوم کا خزانہ مدفون ہے اور بغیر اس سے آشنا ہوئے ہم اسلامی علوم سے آشنا نہیں ہوسکتے، ہندوستان میں ادب عربی کی تعلیم کا سلسلہ ہمیشہ کمزور رہا ہے........... آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ ایک چیز فن بدیع ہے اور ایک فن کتابت........... فن بدیع ایک طرح کی صنعت گری ہے جو تنزل کے زمانے میں ابھرتی ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ لفظوں کا گورکھ دھندا بنانے میں بڑے سے بڑا کمال دکھایا جاتا ہے، ہر زبان میں پہلا دور معانی کا دور ہوتا ہے، اس کے بعد جو لوگ آئیں گے تو محسوس کریں گے کہ معانی کی جھولی خالی ہو چکی ہے لہٰذا وہ لفظوں کے گورکھ دھندے میں پھنس جائیں گے، اگر گرمی کا لفظ پہلے مصرع میں آیا تو سردی کا لفظ دوسرے مصرع میں آنا ضروری ہے، اس طرح کی جو لفظی کاریگریاں ہیں ان کو عربی میں کہتے ہیں فن بدیع........... اس کو آپ نثر میں بھی لا سکتے ہیں اور نظم میں بھی........... صحیح ادبی ڈھنگ پر لکھنا، یہ چیز ہے فن کتابت، کتابت میں اگر آپ فن بدیع کو جوڑ دیں گے تو وہ کتابت نہ رہے گی۔ فن بدیع........... جو عربی نثر میں پیدا ہوئی ہے اسے مقامات کا طریقہ کہہ سکتے ہیں........... مثلاً حریری کے مقامات، بدیع الزمان کے مقامات۔ بہرحال یہ فن بدیع میں لکھے گئے تھے اور اس وجہ سے ان کی شہرت ہوئی۔ لیکن خود حریری اور بدیع الزمان کے ذہن میں ایک منٹ کے لئے بھی یہ بات نہیں آئی کہ کوئی زمانہ لفظی صنعت گری کا ایسا آئے گا کہ وہ (مقامات) فن کتابت کا نمونہ سمجھا جائے گا۔ لیکن ہندوستان میں عربی کی تعلیم کا جب خیال پیدا ہوا تو مقاماتِ حریری طالب علموں کے سامنے رکھ دیئے گئے، خدارا انصاف کیجئے کہ فن کتابت (انشاء نگاری) سے اس کا کیا تعلق ہے اور کیا اس کو درس میں رکھ کر آپ نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ عربی میں اونچی سے اونچی ترقی جو ہو

سکتی ہے وہ یہ ہے؟............نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کو (عربی سادہ انداز میں بھی بولنا) لکھنا تک نہیں آتا لیکن کوشش یہ کی جاتی ہے کہ اس کے سامنے نمونہ فن بدیع کا رکھا جائے............

حضرات! اب میں آتا ہوں معقولات پر۔ آپ کی تعلیم کا بہت بڑا حصہ ان چیزوں پر مشتمل ہے جن کو عام بول چال میں معقولات سے تعبیر کیا جاتا ہے..........خود ملا نظام الدین (بانی درس نظامی) نے جو کتابیں رکھی ہیں وہ محدود تھیں (لیکن بعد میں) ہمارے درس نظامی میں معقولات کا عنصر بہت چھا گیا اب میں اس مقدار کے متعلق آپ کو متوجہ نہیں کرنا چاہتا۔ بہر حال میں اس چیز کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء میں کیا ایسا وقت نہیں آیا ہے کہ آپ اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ جو حقیقت آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے دنیا نے تسلیم کر لی تھی، کب تک آپ اس سے انکار کرتے رہیں گے؟ کب تک آپ اس کو جھٹلائیں گے؟ کیا آپ نے اس کو محسوس کیا ہے کہ دنیا کہاں جا رہی ہے اور اب کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے! میں نے بھی پھٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر ان کتابوں کو پڑھا ہے.........ایک منٹ کے لئے بھی میرے اندر مخالفت کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا مگر اس بارے میں میرا دل زخمی ہے.........لیکن اگر سو برس پہلے ہم نے تبدیلی نہیں کی تو کم از کم یہ تبدیلی ہم کو پچاس برس پہلے کرنا چاہئے تھی لیکن آج ۱۹۴۷ء میں اپنے مدرسوں میں جن چیزوں کو ہم معقولات کے نام سے پڑھا رہے ہیں وہ وہی چیزیں ہیں جن سے دنیا کا دماغی کارواں دو سو برس پہلے گزر چکا۔ آج ان کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے.........آپ اس حقیقت پر غور کریں کہ معقولات کا جو کچھ ذخیرہ ہے وہ سب بے کار ہے۔ سوائے اس کے کہ دماغ کو اس سے بیکار کریں اور کوئی نتیجہ نہیں ہے.........فلسفہ اور تاریخ میں ایک عہد متوسط ہے (قرون وسطیٰ) یہ درمیانی عہد حقیقتاً ایک کڑی ہے جو یونانی فلسفے کو موجودہ زمانے کے فلسفہ سے قریب کرتی ہے اور یہ کڑی دراصل عربوں کا فلسفہ ہے (یعنی مسلمانوں کا ہزار سالہ یا کم از کم آٹھ سو سالہ دور جو مشرق میں خلافت عباسیہ کے پانچ سو سالہ زمانہ اور مغرب میں اندلس مرحوم کے آٹھ سو سالہ دور پر مشتمل ہے) اس میں شک نہیں کہ عربوں نے اپنے فلسفیانہ جدوجہد کے زمانہ میں جو یادگاریں چھوڑی ہیں وہ فلسفہ کے مختلف صیغوں پر چھائی ہوئی ہیں.........اگر یہ کڑی (مسلمانوں کا دور) بیچ کی نہ ہوتی تو شائد نئے دور میں جو اٹھان ہوئی ہے وہ اٹھان اس شکل میں نہ ہوتی.........اس لئے زمانے کو اس کی ضرورت ہے کہ کوئی ایک کتاب تو ایسی ہو کہ جس سے اہل علم کو معلوم ہو سکے کہ فلسفہ عربوں نے جو یونانیوں سے لیا اس کو انہوں نے کس طریقہ سے

محفوظ رکھا اور آنے والی نسلوں تک پہنچایا نیز اس کے مباحث میں انہوں نے کتنے نئے قدم اٹھائے............دراصل جو فلسفہ آپ کو پڑھانا ہے وہ مختلف مسائل ہیں جو کہ اس وقت منقح ہو چکے ہیں [۱] اگر یہ چیز آپ نہیں کرتے تو میں آپ سے کہوں گا کہ آپ زمانہ سے واقف نہیں ہیں اور آپ زمانے سے لڑ رہے ہیں..............

آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اتنی لمبی چوڑی کہانی سنائی اور یہ کہہ دیا کہ ساتویں صدی کے بعد سے جو دور رہا وہ تنزل کا دور رہا۔ لیکن ساتویں صدی کے بعد یہی مدرسے تھے، یہی تعلیم گاہیں تھیں اور یہی نصاب تعلیم تھا یہی پڑھانے والے تھے جن سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کی قابلیت کا یہ حال تھا کہ علوم وفنون تو چھوڑ دیجئے ملک کے انتظام کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں رہتی تھی............ابوالفضل اور فیضی کہاں کے پڑھے ہوئے تھے، نظام الملک طوسی کہاں کے پڑھے ہوئے تھے! یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ملک کے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے نقوش اور یادگار ہمیشہ کے لئے (باقی) چھوڑے۔ آپ کو معلوم ہے کہ زمین کی پیدائش اور اس کا بندوبست آج بھی انہی کھمبوں پر قائم ہے جن کھمبوں پر اکبر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا، پہلی بنیاد تو شیر شاہ کے زمانہ میں پڑی لیکن اکبر کے زمانہ میں اس کی تنقیح کی گئی اور ٹوڈرمل نے اس کو مکمل کر دیا۔ آپ کو معلوم ہے اس کا نقشہ کس نے بنایا تھا؟ حکیم فتح اللہ شیرازی ایک شخص تھا وہ شیراز کا ایک پروفیسر تھا وہ ہندوستان آیا، اکبر کے زمانہ میں۔ یہ پیمائش کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا گیا، فتح اللہ نے ایک رسالہ اس کے اوپر لکھا اور راجہ ٹوڈرمل سے مل کر اس کام کو انجام دیا............آج میں کہوں گا کہ کسی اونچے عہدے پر کسی مولوی کو رکھ دیجئے تو لوگ ہمیں پریشان کریں گے لیکن یہی مولوی تھے جن کے ہاتھ میں سول

---

[۱] مثلاً فلسفہ قدیمہ کی ایک معرکۃ الآراء بحث جزء لایتجزیٰ کا مسئلہ ہے، یعنی ایٹم کی بحث اور اس میں فلاسفہ کے اختلافات و تفصیلات۔ پچھلی صدی سے سائنسی لیبارٹریوں میں، خردبین کی آنکھ سے مختلف عناصر و جمادات کے ایٹموں کے متعلق جو انکشافات، تجربات و مشاہدات کی روشنی میں ہوئے ہیں اس نے تاریخ انسانی کو نئے افق عطا کئے ہیں اور بیسویں صدی کی جدید دنیا اور اس کے بیشتر ایجادات کی ایٹم کے نو دریافت شدہ حقائق پر اٹھان ہوئی ہے، اور اس کے سلبی پہلو کو دیکھیں تو ایٹمی تجربات کے نتیجے میں ہی دنیا نے جنگ عظیم دوم میں ایٹم بم کی تباہ کاریوں کا سامنا کیا۔ ایٹم پر عملی تجربات اور پریکٹیکلی تحقیقات کے نتیجے میں یہ انکشاف دنیا کے لئے کتنا عجیب وغریب تھا کہ اس ایٹم میں (یعنی جمادات میں سے ہر جماد کے ادنیٰ ترین ذرے میں) الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران پر مشتمل ایک منظّم ومربوط، ہمہ دم متحرک محوری نظام قائم ہے جو ہمارے اس نظام شمسی کا ہو بہو نمونہ ہے اور یہ ایٹم کے متعلق نظریات محض مفروضات نہیں آج کی جدید دنیا کی بدیہی باتیں ہیں تو اس کے مقابلے میں فلاسفہ یونان اور ان کے پیرو اسلامی دور کے حکماء کی ایٹم کے متعلق جزء لایتجزیٰ کے وہ خیالی مفروضات آج کیا وقعت رکھتے ہیں جو محض ذہنی مفروضات وتخیلات سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکے۔ تو اس پس منظر میں میبذی، ھدایۃ الحکمۃ، چغمینی، صدرا، شمس بازغہ کی جزء لایتجزیٰ کی طول طویل اور پیچ در پیچ قدیمی بحثوں اور منطقی مفروضوں کی رائج الوقت خارجی حقائق کے مقابلے میں کیا وقعت اور حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ (ناقل)

اور دیوانی کے انتظامات تھے.........مگر ایک چیز آپ بھول گئے وہ ہے تعلیم اور وقت اور زندگی کی چال۔ کوئی تعلیم کامیاب نہیں ہوسکتی اگر وہ وقت اور زندگی کی چال کے ساتھ نہ ہو جو تعلیم ہو وہ ایسی ہونی چاہئے کہ زمانہ کی جو چال ہے وہ اس کے ساتھ جڑ سکتی ہو۔ یہی عربی اور فارسی کی تعلیم تھی لیکن اس وقت زمانہ ۱۹۴۷ء کا نہ تھا (اور اب تو نصف صدی سے بھی زیادہ مزید زمانہ گزر چکا ہے جس میں تغیر وتبدیلی کی رفتار پچھلے عرصے سے بھی تیز رہی ہے۔ناقل) اس تعلیم اور وقت میں رشتہ تھا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے نتیجہ یہ تھا کہ ان مدرسوں سے جو لوگ پیدا ہوئے زمانہ ان کا استقبال کرتا تھا۔لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ زمانہ تو اپنی پوری تیز رفتاری کے ساتھ چلتا رہا اور آپ وہیں بیٹھے رہے جن مدرسوں میں آپ نے آج سے پانچ سو برس پہلے قدم رکھا تھا۔اس پانچ سو برس کے اندر دنیا بیٹھی نہیں رہی زمانہ بھی چلتا رہا.........آج جو تعلیم آپ ان مدرسوں میں دے رہے ہیں آپ وقت کی چال سے اسے کیسے جوڑ سکتے ہیں؟.........نتیجہ یہ کہ زمانہ میں اور آپ میں ایک اونچی دیوار کھڑی ہوگئی۔(مانتے ہیں کہ زمانہ نے آپ کی ناقدر شناسی کی ہے لیکن) ہم کو اپنی جگہ اس کے ساتھ یہ بھی ماننا چاہئے کہ ہمارا فرض تھا ہم زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دیتے مگر ہم نے زمانے کا ساتھ نہیں دیا'' (ختم شد۔خطبہ عربی نصاب کمیٹی)

راقم عرض کرتا ہے کہ اصولاً مولانا کے اس بیان سے اتفاق کے باوجود ایک اور بنیادی چیز ایسی ہے جو قابل وضاحت ہے، مولانا نے اس بیان میں اس کو ملحوظ رکھ کر الگ سے اس پر بحث نہیں کی، اس کی وضاحت تو ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں جدید وقدیم تعلیم کے متعلق مولانا کا ایک اور احتجاج ہم نقل کرتے ہیں جو آپ کی خودنوشت سوانح ''تذکرہ'' سے ماخوذ ہے۔

''۱۹۱۱ء میں مولانا شبلی مرحوم وقف علی الاولاد کے لئے علماء کا ایک وفد لے کر جارہے تھے اور اسی غرض سے کلکتہ میں مقیم تھے، علماء وفد میں ایک بزرگ کہ درس ونظر معقولات کے لحاظ سے آج کل امتیازی درجہ رکھتے ہیں، ایک دن اسی لب ولہجہ میں جوان بزرگوں کے لئے مخصوص ہے آج کل کے انگریزی خواں تعلیم یافتہ اشخاص کی مذہب سے بے خبری اور الحاد و بے قیدی کی شکایت کرنے لگے میں نے کہا یہ شکایت کم از کم آپ لوگوں کی زبانی تو اچھی معلوم نہیں ہوتی میرے خیال میں تو آپ اور وہ ایک ہی تنور کے سوختہ اور ایک ہی مشرب ومسلک کے دو مختلف مظاہر ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپ کی قدامت واولیت کی رعایت کرتے ہوئے ان کو آپ کا چھوٹا بھائی کہا جائے، آپ یونانیوں کے حلقہ بگوش۔ وہ یورپ کے پرستار۔قرآن و

سنت سے آپ بھی دور و مہجور، وہ بھی بے خبر و نفور ؎

محتسب داند کہ حافظ مے خورد　　　وآصف ملک سلیمان نیز ھم

بلکہ سچ پوچھئے تو آپ پر من وجہ وہ فضیلت رکھتے ہیں۔ آپ کے ائمہ و پیشوا فلاسفہ یونان ہیں جن کا قدم ذہنیات ضالّہ سے آگے نہیں بڑھا (یعنی فلسفہ یونان کی بنیاد محض ذہنی مفروضات اور استخراجی منطقی مقدمات پر ہے تجربیات پر نہیں)۔ ان (جدید تعلیم یافتوں) کے معبودانِ علم، فلاسفہ یورپ ہیں جنھوں نے بہرحال دنیا کے آگے تجربہ و استقراء اور کشفیات عملیہ کا دروازہ کھولا، ان میں کا ایک لڑکا جو سکول کی پانچویں کلاس میں سائنس اور طبیعیات کی ریڈر پڑھتا ہے شائد آپ کے ان منتہیوں سے زیادہ صحیح راہ پر ہے جو صدرا اور شمس بازغہ سے بھی آگے پڑھ چکے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ صاحبوں میں مترجمین و ناقلین عرب تھے جنھوں نے یونانیات کو عربی کا جامہ پہنچا کر مقدس بنا دیا اور معتزلہ و اخوان الصفا وغیرھم پیدا ہو گئے جنھوں نے مصطلحات و عبائر یونانیات کو علومِ دینیہ میں امتزاج و خلط کیمیائی کے ساتھ ملا دیا لیکن ان (جدید تعلیم یافتہ حضرات) کو یہ اتفاقات اب تک نصیب نہیں ہوئے الخ (جاری ہے......)

ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ میری نظر میں

’’التبلیغ‘‘ ماہنامہ اپنا چراغ جلا رہا ہے　ترجمانِ دینِ حق، نشانِ منزل دکھا رہا ہے،

عقیدے، باطل رسوم، باطل قدم قدم پر بتانِ آزر　ہوا ہے گو تند تیز لیکن اپنا چراغ جلا رہا ہے

جب میں ’’التبلیغ‘‘ دیکھتا ہوں اور اس کے موضوعات پڑھتا ہوں تو زبان سے یہی نکلتا ہے: ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

عبدالمعین شیروانی:: 11 / اپریل 2006ء: ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

تذکرۂ اولیاء

مولانا محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۱۰)

ساتویں صدی ہجری میں یہ عالمگیر انقلابات مسلمانوں کی تباہی اور پھر ان کا دوبارہ سنبھلنا اور اسلام کی حقانیت کے نئے کرشمے دکھلائی دینا یہ سب سودوزیاں کے سلسلے ایسے لگاتار سامنے آتے گئے کہ ظاہر بین آنکھ فیصلہ ہی نہیں کر پاتی کہ کونسا سبب ہے اور کونسا مسبب۔ کونسی علت ہے کونسا معلول، کونسا عمل ہے کونسا ردعمل، کونسی سعی و جہد ہے اور کونسا ثمرہ ونتیجہ۔ مثلاً بغداد دارالسلام میں خلافت کی بساط ھلاکو خان کے ہاتھوں بعد میں تہہ ہوئی اور دلی واجمیر میں سلطانِ اسلام کی عملداری پہلے قائم ہوئی، خراسان، ایران اور ثمرقند و بخارا سے علماء ومشائخ اور تاجداروں اور شہزادوں کے خانماں برباد قافلے بعد میں گنگا جمنا کے کنارے اترے، پنجاب و ہند میں علم ومعرفت کے مرحلے اور تاج وتخت کے سلسلے پہلے قائم ہوئے۔ ظاہر بین مورخوں کے لئے تاتاریوں کا مسلمانوں کو مغلوب کر کے تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کا حلقہ بگوش بن جانا آج تک ایک پیچیدہ معمہ اور لاینحل عقدہ بنا ہوا ہے۔ کیونکہ تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے پائمال ہونے کے بعد نصاری اور بدھ مت والے تاتاریوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی حرص کرنے لگے تھے۔ ہر قوم یہ چاہتی تھی اور پوری طرح کوشاں بھی تھی کہ یہ سادہ لوح اور وحشی قوم جو تہذیب وتمدن اور مذہب سے عاری ہے۔ آج فاتح عالم بن چکی ہے اگر یہ ہمارے مذہب میں داخل ہو جائے تو ہم بیٹھے بٹھائے سپر پاور اور فاتح عالم ٹھہریں گے اور بعضوں کو اس سلسلہ میں جزوی کامیابی بھی ہوئی لیکن اللہ تبارک وتعالی کی حکمت بالغہ کچھ اور ہی تھی۔ ذرا مشہور مستشرق پروفیسر آرنلڈ کی معروف کتاب ''دعوتِ اسلام (Preaching in Islam)'' میں اس کا حیرت بھرا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان وشوکت کی خاکستر سے پھر اٹھا اور واعظین اسلام نے ان ہی وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا مسلمان کر لیا، یہ ایسا کام تھا جس میں مسلمانوں کو سخت مشکلیں پیش آئیں کیونکہ دو مذہب اس کوشش میں تھے کہ مغلوں اور تاتاریوں کو اپنا معتقد بنائیں وہ حالت بھی عجیب وغریب اور دنیا کا بے مثل واقعہ ہوگی جس

وقت بدھ مذہب اور عیسائی مذہب اور اسلام اس جدوجہد میں ہوں گے کہ ان وحشی اور ظالم مغلوں کو جنہوں نے ان تین مذہبوں کے معتقدوں کو پائمال کیا تھا اپنا مطیع بنائیں۔

اسلام کے لئے ایسے وقت میں بدھ مذہب اور عیسائی مذہب کا مقابلہ کرنا اور مغلوں کو ان دونوں مذہبوں سے بچا کر اپنا پیرو بنانا ایسا کام تھا جس میں بظاہر کامیابی ناممکن معلوم ہوتی تھی ...... خانانِ مغل جو اسلام کے سوا اور سب مذہبوں پر مہربان تھے اسلام کے ساتھ مختلف درجے کی نفرت وعداوت رکھتے تھے چنگیز خان نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ جانوروں کو شرع کے مطابق ذبح کریں ان کو قتل کر دیا جائے ...... کیوک خاقان نے اپنے عہد میں سارا انتظام سلطنت دو عیسائی وزیروں کے سپرد کر رکھا تھا انہوں نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں، ارغو خان نے بھی جو چوتھا ایلخانی بادشاہ ہوا مسلمانوں پر ظلم کئے اور عدالت اور مال کے محکموں میں جس قدر اسامیاں ان کے پاس تھیں خالی کرا لیں اور ان کا دربار میں آنا بند کر دیا باوجود ان مشکلات کے مغلوں اور وحشی قوموں نے جو مغلوں کے بعد آئیں انہی مسلمانوں کا مذہب قبول کیا جن کو انہوں نے اپنے پیروں میں روندا تھا (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج۱ ص۳۲۳)

دعوت اسلام میں ہی ایک اور موقعہ پر آرنلڈ لکھتے ہیں:

''۱۳۰۴ء میں غازان کا بھائی سلطان محمد خدا بندہ کے نام سے تخت ایران پر بیٹھا اس سلطان کی ماں عیسائی تھی اور بچپن میں اس کی تعلیم وتربیت بھی عیسوی طریقہ پر ہوئی تھی اور نکولسن کے نام سے اس نے اصطباغ پایا تھا لیکن ماں کے مرنے کے بعد اپنی بیوی کے کہنے پر وہ مسلمان ہو گیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ نکولس خان یعنی سلطان خدا بندہ کے مسلمان ہونے سے مغلوں میں بڑا اثر پیدا ہوا، غرض اس زمانہ سے ایلخانی سلطنت اور مملکت میں اسلام سب مذہبوں پر غالب آ گیا'' (ایضاً ص۳۳۰)

اسی طرح خود سلطان غازان کے اسلام لانے کا علامہ ابن کثیر نے تاریخ میں ٦٩٤ھ کے واقعات میں بڑی خوشی سے ذکر کیا ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق اس سلطان کے اسلام لانے کا سہرا ایک نیک دل مسلمان ترک امیر توزون کے سر ہے۔ ابن کثیر کا بیان ملاحظہ ہو:

''اس سال چنگیز خان کا پڑپوتا قازان بن ارغون بن ابغا بن تولی بن چنگیز خان تاتاریوں کا

بادشاہ ہوا اور امیر توزون کے ہاتھ پر اعلانیہ مشرف بہ اسلام ہوا اور تاتاری کل یا اکثر اسلام میں داخل ہو گئے جس روز بادشاہ نے اسلام قبول کیا اس روز سونا چاندی اور موتی لوگوں کے سروں پر نچھاور کئے گئے اس نے اپنا نام محمود رکھا اور جمعہ اور خطبہ میں شریک ہوا۔ بہت سے مندر اور گرجے گرا دیئے گئے اور ان پر جزیہ مقرر ہوا، بغداد اور دوسرے شہروں اور ملکوں کی غصب کی ہوئی چیزیں واپس کر دی گئیں اور انصاف قائم کیا گیا۔ لوگوں نے تاتاریوں کے ہاتھوں میں تسبیحیں اور............ دیکھے اور اللہ کے فضل و احسان کا شکر ادا کیا (البدایہ والنہایہ ۱۳/۳۴۰ بحوالہ دعوت وعزیمت ۱/۳۳۰)

اسی طرح مغلوں کی چغتائیہ شاخ جس کا بانی چنگیز خان کا بیٹا چغتائی خان تھا اور بلاد متوسطہ پر ان کی حکومت تھی اس لڑی میں سب سے پہلے چغتائی خان کے پڑپوتے براق خان نے اسلام قبول کیا اور سلطان غیاث الدین اپنا نام رکھا۔ آرنلڈ نے چغتائیوں کے اسلام لانے کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ اب تاتاریوں کی غارت گری اور پھر ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی اس بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جس میں ترک و تاتاریوں کی ہدایت واصلاح کے لئے تصوف کے ایک امام وقت اور بانی سلسلہ کی غیبی تشکیل کا ذکر ہے۔

ان الشیخ بھاء الدین نَصَبَ مجدداً لِلاِحسَانِ فِی اَرضِ الترک وَ کَانوا لقوی البَھِیمَة وَکَانَ ھو مَجذوباً قَد قبل سره الملکی نوراً الھیاً و تدلیاً فتولد من نسبته و تربیته طریقة مفیده غایة الافادة (تفہیمات الھیہ ج ۱ ص ۸۶)

ترجمہ: مقام احسان (تزکیہ باطن ومعرفت) کی تجدید کے لئے شیخ بہاء الدین نقشبند (بانی سلسلہ نقشبندیہ) ترکوں کی سرزمین میں مقرر کئے گئے اور ترکوں کا بہیمی (حیوانی) پہلو بہت پرزور تھا خود حضرت خواجہ نقشبند مجذوب تھے (یعنی ذات حق تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا) ان کی فطرت کے ملکی پہلو نے الٰہی نور کو قبول کیا اور نور الٰہی کا فیضان ان پر ہوا اسی وجہ سے ان کی شخصی نسبت اور جن لوگوں کی تربیت ان سے متعلق تھی دونوں کے اجتماعی تقاضے نے حد سے زیادہ فائدہ بخش طریقہ پیدا کیا (بحوالہ مقالات احسان ص ۱۸۶)

(حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں لفظ تدلی، بہیمی قوت اور ''ملکی قوت'' خاص اصطلاحیں ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں)

(جاری ہے............)

پیارے بچّو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

☞ پڑھنا لکھنا کیوں ضروری ہے؟

پیارے بچو! ہمارے بڑے اور ہمارے استاد ہمیں پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں اور طرح طرح سے محنت کر کے ہمیں پڑھا لکھا انسان بناتے ہیں جبکہ ہم پڑھنا لکھنا نہیں چاہتے۔اور طرح طرح سے حیلے بہانے کر کے پڑھنے لکھنے سے بھاگتے اور جان چراتے ہیں، ہمارے بڑے اور ہمارے استاد ہمیں پڑھنے لکھنے پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں؟ کیا کبھی اس پر غور کیا، اگر نہیں کیا تو تمہیں پتہ چل جانا چاہیئے کہ ہمیں کو اس زندگی کے لئے اور اس کے بعد فوت ہو کر آخرت میں آنے والی زندگی کے لئے پڑھنا لکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر ہمیں پڑھنا لکھنا نہ آئے تو ہم جاہل رہ جائیں اور ہمیں کچھ بھی پتہ نہ چلے کہ کہاں کیا لکھا ہوا ہے، کسی کو خط لکھنا بھی نہ آئے، آج بھی ایسے جاہل اور ان پڑھ لوگ موجود ہیں جو اپنا نام تک بھی نہیں لکھ سکتے، کسی کو خط لکھنا ہو تو پریشان ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو خط لکھنے کے لئے ڈھونڈتے ہیں، اگر کسی جگہ سفر کرنا ہو تو بھی بہت پریشان ہوتے ہیں، اڈے اور اسٹیشن پر اور گاڑی پر لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے کہ فلاں جگہ گاڑی یا ریل کس وقت جائے گی اور کونسی جائے گی اور یہ گاڑی کہاں جائے گی، یہ لوگ دوسروں سے ہی پوچھ پوچھ کر اپنا کام چلاتے ہیں، بعض دفعہ دوسرا شخص غلط بتا دیتا ہے تو اور زیادہ پریشانی بڑھ جاتی ہے اور کوئی بڑا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایسے ان پڑھ اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو کسی کام سے کسی دفتر میں جانا پڑ جائے تو بھی انہیں پتہ نہیں چلتا کہ ہم کس سے کیا بات کریں، اور ہمارا کام کس طرح ہوگا۔اگر بینک میں کسی ضرورت سے جانا پڑ جائے تو بھی انہیں بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

اسی طرح گھر میں بجلی کا، پانی کا یا گیس کا بل آ جائے تو وہ اس میں یہ بھی نہیں پڑھ پاتے کہ یہ کون سے مہینہ کا بل ہے اور اس بل پر کتنے پیسے لکھے ہوئے ہیں اور ہمارا ہی بل ہے یا کسی اور کے نام کا بل ہے، کوئی چیز خریدنے لگیں تو اس کا نام نہیں پڑھ سکتے اور اس پر لکھی ہوئی قیمت نہیں پڑھ سکتے، کوئی دوا خریدنی ہو تو دوا کا نام نہیں پڑھ سکتے۔

اور اس طرح کے سینکڑوں ہزاروں مسئلے ہوتے ہیں جو اَن پڑھ اور جاہل لوگوں کے لئے دنیا میں کھڑے

Idara Ghufran

ہوتے ہیں، اور ایک بات یہ ہے کہ بے پڑھے لکھے لوگوں کو کوئی اچھی ملازمت اور نوکری نہیں ملتی، کوئی اچھا کاروبار کرنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے اور ایسے بے پڑھے لکھے لوگ کچھ تو ریڑھے چلاتے ہیں، کچھ جوتے پالش کرتے ہیں کچھ نالی صاف کرتے ہیں، کچھ راستوں پر جھاڑو دیتے ہیں، کچھ ریڑھی لگاتے ہیں، کچھ تانگہ چلاتے ہیں، کچھ جوتے گانٹھتے ہیں، کچھ باہر گلیوں نالیوں اور کوڑیوں سے کاغذات وغیرہ چنتے ہیں۔ یا اسی طرح کے دوسرے ایسے کام کرتے ہیں جو اچھے کام نہیں سمجھے جاتے اور ایسے کام کرنے والوں کی دنیا میں کوئی عزت نہیں ہوتی، اور ہمیشہ روپیہ پیسہ کی بھی تنگی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لئے کھانے پینے اور رہنے سہنے کی پریشانیاں کھڑی رہتی ہیں۔

یہ سب باتیں تو دنیا کی ہوئیں، مگر ہمیں تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے، یہاں سے فوت ہونے کے بعد ایک نہ ایک دن جانا ہے، اور مرنے کے بعد والی زندگی جو دنیا سے فوت ہونے کے بعد ملے گی وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اس کے لئے بھی پڑھنا لکھنا ضروری ہے، مگر یاد رکھنے کی بات ہے کہ آخرت کا پڑھنا لکھنا دنیا کی طرح کا نہیں ہے، آخرت کا علم دنیا کے علم سے کچھ مختلف ہے۔ ہمارے پیارے نبی نے آخرت کے بارے میں جو باتیں بتلائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جو باتیں ہم تک پہنچائی ہیں ان کا سیکھنا دین کا علم کہلاتا ہے۔

دین کا علم سیکھنا دنیا کا علم سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ دین کے علم کے بغیر انسان کو یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کن باتوں اور کن چیزوں کی وجہ سے انسان مسلمان ہوتا ہے اور کن باتوں کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اور انسان پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، دین کے علم کے بغیر نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بھی پتہ نہیں چلتا، اور اسی طرح پاک ناپاک ہونے کا طریقہ بھی معلوم نہیں ہوتا، اور حلال وحرام چیزوں کا پتہ نہیں چلتا، جس کی وجہ سے انسان کو مرنے کے بعد جنت میں جانے کا اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں آتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کے طریقے معلوم نہیں ہوتے، ان سب باتوں کی وجہ سے دین اور آخرت کا علم دنیا کے علم سے زیادہ ضروری ہے۔

قرآن مجید پڑھنا سیکھنا اور کسی دینی مدرسہ میں جا کر علم پڑھنا یہ دین اور آخرت کا علم ہے، اور اس دین کے علم کی دنیا کے علم سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ دنیا کا علم تو صرف دنیا میں کام آتا ہے اور دنیا کے علم کی صرف دنیا میں ضرورت ہوتی ہے لیکن آخرت کا علم دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی کام آتا ہے

اور دین کے علم کی آخرت میں بھی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا میں بھی۔

مگر یہ یاد رکھیئے کہ شیطان کبھی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بنے، بلکہ شیطان تو انسان کو جاہل رکھنا چاہتا ہے، کیونکہ بغیر پڑھے لکھے انسان کو شیطان کا بہکانا اور پھسلانا آسان ہوتا ہے، پڑھے لکھے انسان کو بہکانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔اس لئے شیطان چاہتا ہے کہ انسان ساری زندگی جاہل اور اَن پڑھ رہے تاکہ شیطان اس کو ساری زندگی اپنے اشاروں پر چلاتا رہے۔اور اسی وجہ سے شیطان بچپن ہی سے بچوں کے دل اور دماغ میں پڑھنے لکھنے سے نفرت ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، عقلمند اور سمجھدار بچے شیطان کی بات نہیں مانتے، اور ناسمجھ بچے شیطان کے جال میں پھنس کر اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔

ان سوالوں کے صحیح جواب دیجئے۔

(۱)......دنیا کا علم زیادہ ضروری ہے یا دین کا علم زیادہ ضروری ہے؟

(۲)......مدرسہ اور مسجد میں قرآن مجید اور دینی کتابیں پڑھنا دنیا کا علم ہے یا دین کا علم ہے؟

(۳)...... پڑھے لکھے انسان کی دنیا میں عزت ہوتی ہے یا بغیر پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے؟

(۴)...... بے پڑھا لکھا انسان دنیا میں پریشان ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵)......جو انسان پڑھا لکھا نہیں ہوتا وہ کسی کو خط لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۶)......جنت میں جانے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ دنیا کے علم سے آتا ہے یا آخرت کے علم سے آتا ہے؟

(۷)......دنیا میں پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے یا بے پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے؟

(۸)......شیطان انسان کو جاہل رکھنا چاہتا ہے یا پڑھا لکھا نا چاہتا ہے؟

(۹)......بغیر پڑھا لکھا انسان آسانی سے شیطان کے بہکانے میں آتا ہے یا پڑھا لکھا انسان آتا ہے؟

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

سونے چاندی کا استعمال اور اس کے شرعی تقاضے (دوسری وآخری قسط)

دکھاوے کے لئے زیور پہننے پر وعید

وَعَنْ اُخْتٍ لِحُذَیْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ یَامَعْشَرَ النِّسَآءِ اَمَالَکُنَّ فِی الْفِضَّةِ مَاتُحَلِّیْنَ بِهٖ اَمَااِنَّهٗ لَیْسَ مِنْکُنَّ اِمْرَأَةٌ تُحَلِّیْ ذَهَبًاتُظْهِرُهٗ اِلَّاعُذِّبَتْ بِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد وَالنِّسَائِیْ)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن روایت کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا چاندی کے زیور سے تمہاری آراستگی کا کام نہیں چل سکتا؟ خبردار! تم میں سے جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے ضرور عذاب بھگتے گی (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۹، از ابوداؤ دونسائی)

تشریح: یہ تو سب جانتے ہیں کہ عورتوں کو زیور سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، ایک بزرگ کہتے تھے کہ اگر عورت کے جسم میں ہر جگہ سونے کی کیل گاڑ دی جائے تو سونے کی محبت کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کرے گی، اللہ کی شریعت میں اعتدال ہے، نفس کی خواہشوں کی بھی رعایت رکھی ہے، مگر حدود مقرر فرمادی ہیں اور ایسے قانون لاگو فرمادیئے ہیں جو انسان کو غرور، تکبر، شیخی دوسروں کی حقارت، خود پسندی اور خلقِ خدا کی دل آزاری اور حق تلفی سے باز رکھتے ہیں۔

سونے چاندی کا زیور جائز ہونے کی شرائط

اگر کسی عورت کو حلال مال سے میسر ہو تو سونے اور چاندی دونوں کا زیور پہن سکتی ہے، جائز ہونے کی ایک شرط زیور بنانے سے پہلے ہے، یعنی یہ کہ حلال مال سے ہو اور دو شرطیں زیور پہننے کے بعد ہیں۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ اور دیگر واجبات (صدقۂ فطر، قربانی وغیرہ) کی ادائیگی

میں کوتاہی نہ ہو، دوم یہ کہ دکھاوے کے لئے زیور نہ پہنا جائے اور اس سے شیخی بگھارنا مقصود نہ ہو، چاندی کا زیور کوئی خاص زیور نہیں سمجھا جاتا اور اس میں ریاکاری اور شیخی خوری کا موقع زیادہ نہیں ہوتا، اس لئے چاندی کے زیور سے کام چلانے کے لئے ارشاد فرمایا گو! دکھاوے اور اظہارِ شان اور دوسروں کو حقیر جاننے سے بچنا چاندی کا زیور پہن کر بھی ضروری ہے، چاندی کے زیور سے کام چلانے کی ترغیب دیتے ہوئے آنحضرت فخرِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا تمہاری آراستگی کا کام چاندی کے زیور سے نہیں چل سکتا، اسی سے کام چلاؤ، سونا پہننے والی عورتیں بہت کم دکھاوے سے بچتی ہیں، اسی کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا، زیور دکھانے کا مرض عورتوں میں بہت ہوتا ہے اور کسی کو پتہ نہ چلے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ترکیبوں اور تدبیروں سے بتاتی ہیں کہ ہم زیور پہنے ہوئے ہیں، مثلاً بیٹھے بیٹھے گرمی کا بہانہ کر کے ایک دم کان اور گلا کھول دیں گی، زبان سے کہیں گی اوئی کتنی گرمی ہے اور دل میں زیور ظاہر کرنے کی نیت ہے، اللہ تعالیٰ نفس کی مکاریوں سے بچائے، مذکورہ بالا خرابیاں نہ ہوں تو عورتوں کو زیور پہننے کی گنجائش ہے، مگر نہ پہننا پھر بھی افضل ہے، دنیا میں نہ پہنیں گی تو آخرت میں ملے گا۔

چنانچہ حضرت عقبہ ابنِ عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۹)

جنت میں جو زیور اور لباس اور دیگر نعمتیں ملیں گی، ان کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری (یعنی حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ کی) کتاب ''جنت کی نعمتیں'' پڑھئے۔

دنیاوی نعمتوں کے استعمال میں بے رغبتی کی ایک جھلک

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَافَرَ کَانَ آخِرُ عَھْدِہٖ بِاِنْسَانٍ مِّنْ اَھْلِہٖ فَاطِمَۃُ وَاَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ عَلَیْھَا فَاطِمَۃُ فَقَدِمَ مِنْ غُزَاۃٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا اَوْ سِتْرًا عَلٰی بَابِھَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ قُلْبَیْنِ مِنْ فِضَّۃٍ فَقَدِمَ فَلَمْ یَدْخُلْ فَظَنَّتْ اَنَّ مَا مَنَعَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ مَا رَاٰی فَھَتَکَتِ

السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَعَتْ مِنْهُمَا فَانْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَبْكِيَانِ فَاَخَذَهُ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى آلِ فُلَانٍ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِىْ اَكْرَهُ اَنْ يَّاْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِىْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اِشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِّنْ عَصَبٍ وَّسُوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ (رواہ احمد وابوداؤد)

ترجمہ: حضورِ اقدس ﷺ کے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے گھر والوں میں سے سب سے آخری ملاقات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے تھے، اس کے بعد روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جہاد سے واپس ہوئے (اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا مگر) داخل نہیں ہوئے، بات یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (دیوار پر یا طاق پر) ایک پردہ لٹکا لیا تھا، اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چاندی کے دو کنگن پہنا دیئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (یہ ماجرا دیکھ کر کہ آپ ﷺ تشریف لاتے لاتے واپس روانہ ہو گئے، فوراً محسوس فرمایا کہ آپ کی واپسی کی وجہ یہی دو چیزیں ہیں جو مزاجِ گرامی کو ناگوار ہوئیں، چنانچہ انہوں نے خود ہی وہ پردہ پھاڑ دیا اور دونوں صاحبزادوں کے کنگن کاٹ کے علیحدہ فرما دیئے، دونوں صاحبزادے روتے ہوئے رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے وہ کنگن ان کے ہاتھوں سے لے لئے اور (مجھ سے) فرمایا کہ اے ثوبان! لو یہ لے جاؤ اور فلاں (غریب) گھرانے کے لوگوں کو دے دو (وہ فروخت کر کے اپنا کام چلا لیں گے) یہ لوگ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں دنیاوی زندگی میں استعمال کر لیں (پھر فرمایا کہ) اے ثوبان فاطمہ کے لئے (جانوروں کے) پٹھوں سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۳، از احمد وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کے زہد اور دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کے استعمال سے بے رغبتی کی ایک جھلک معلوم ہوتی ہے، آپ نہ صرف خود اپنے لئے بلکہ اپنے

گھر والوں کے لئے بھی دنیاوی لذتوں اور نعمتوں میں پڑنا ناپسند فرماتے تھے، ناپسند تو سب ہی کے لئے تھا، مگر اس سلسلہ میں زیادہ توجہ خود عمل پیرا ہونے کی طرف تھی، حلال چیزیں استعمال کرنا چونکہ گناہ نہیں ہے، اس لئے سختی سے روکنا مناسب نہ تھا، البتہ اپنے حق میں سختی فرماتے تھے اور گھر والوں کو تنبیہ فرماتے رہتے تھے، زیور اگرچہ عورت کے لئے حلال ہے مگر اسی کو پسند فرمایا کہ استعمال نہ کیا جائے، کیونکہ دنیا میں نعمتوں کے استعمال سے خطرہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں کم ملیں، ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے سامنے بالکل ہیچ ہیں، اللہ کا پیارا نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ کیونکر پسند فرماتا کہ آخرت کی نعمتوں میں کمی آئے، اسی لئے چاندی کے کنگن ایک غریب گھرانے کے لئے بھیج دیئے (تحفۂ خواتین، کتاب اللباس والزینۃ حدیث نمبر ۲۲۹ کی تشریح و مابعد بتغیر)

سونے چاندی کے زیورات سے متعلق چند مسائل

خواتین کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز (مثلاً دھات، اسٹیل، سلور اسٹیل، پیتل، تانبا وغیرہ) سے بنا ہوا زیور پہننا جائز ہے، لیکن انگوٹھی صرف سونے چاندی کی پہننا جائز ہے، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔

خواتین کو زیور پہننا اگرچہ جائز ہے مگر زیادہ نہ پہننا بہتر ہے، بجتا زیور پہننا درست نہیں، جیسے جھانجھ، چھاگل، پازیب وغیرہ جس خاتون کے پاس سونے یا چاندی کا زیور ہو، اُسے چاہیئے کہ کسی مستند اور ماہر عالمِ دین سے مسائل پوچھ کر زکوٰۃ، قربانی اور صدقۂ فطر وغیرہ شرعی اُصولوں کے مطابق ادا کرے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

مَردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق کا ثبوت

سوال

آج کل بعض لوگوں کی طرف سے یہ شور کیا جارہا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے؛ دونوں کی نماز کا طریقہ ایک جیسا ہے اور عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق مولویوں کا اپنا بنایا ہوا ہے یا پھر فقہ حنفی میں بیان کیا گیا ہے۔ احادیث میں عورت اور مرد کی نماز کا الگ الگ طریقہ بیان نہیں کیا گیا؛ لہٰذا عورتیں اور مرد سب ایک ہی طرح سے نماز پڑھیں گے، دونوں کی نماز میں فرق کرنا دین میں زیادتی ہے جو کہ قابلِ قبول نہیں۔ مشہور غیر مقلد حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کی کتاب ''صلاۃ الرسول'' میں ''عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں'' کا عنوان لگا کر اس کے نیچے تحریر کیا گیا ہے کہ:

> صحیح بخاری کی مشہور حدیث ہے: صلوا کما رأیتمونی اصلی ''پڑھو نماز (اے میری امت) جس طرح دیکھتے ہو تم کہ میں نماز پڑھتا ہوں'' یعنی ہو بہو میرے طریقے کے مطابق سب عورتیں اور سب مرد نماز پڑھیں؛ پھر اپنی طرف سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیرِ ناف، اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور؛ یہ دین میں مداخلت ہے؛ یاد رکھیں کہ تکبیرِ تحریمہ سے شروع کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے تک عورتوں اور مردوں کے لیے ایک ہیئت اور شکل کی نماز ہے، سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسۂ استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں یکساں ہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے ذکور واناث (یعنی مردوں و عورتوں) کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں بتایا'' (صلاۃ الرسول صفحہ ۱۶۴)

اور ایک جگہ ان کی ہی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ:

> ''بہت سی عورتیں سجدے میں بازوں بچھا لیتی ہیں اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھتی ہیں اور دونوں قدموں کو بھی زمین پر کھڑا نہیں کرتیں، واضح ہو کہ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور سنت پاک کے خلاف ہے'' (صلاۃ الرسول صفحہ ۲۱۴؛ مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ لاہور و نمازِ نبوی ص ۱۸۲؛ مطبوعہ: دار السلام، لاہور)

اس قسم کی باتیں سامنے آنے کے بعد بہت سی خواتین شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر مدلل و مفصّل انداز میں روشنی ڈالی جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

عورتوں کی نماز کا طریقہ بالکل مَردوں کی طرح ہونا کسی بھی حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے بلکہ عورتوں کی نماز کے طریقہ کا مَردوں کی نماز کے طریقے سے کچھ چیزوں میں مختلف ہونا کئی احادیث وروایات اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اور تابعین عظام سے ثابت ہے اور فقہ کے چاروں امام حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ عورتوں کی نماز کا طریقہ کئی چیزوں میں مردوں کی نماز سے جُدا ہے۔

عورتوں اور مَردوں کی نماز میں کئی چیزوں کے اعتبار سے فرق کے تو اہلِ سنت والجماعت کی طرح غیر مقلدین حضرات کا سوال میں مذکورہ گروہ بھی قائل ہے، چنانچہ:

(۱)...... سب مسجدوں میں امام وخطیب مرد حضرات مقرر ہوتے ہیں اور کسی مسجد میں بھی عورت امام اور خطیب نہیں ہوتی اور سب حضرات جانتے ہیں کہ امام وخطیب ہونے کا تعلق بھی نماز کے ساتھ وابستہ ہے

(۲)...... سب مسجدوں میں اذان دینے والے حضرات مرد مقرر ہوتے ہیں اور کسی مسجد میں بھی عورت مؤذن مقرر نہیں کی جاتی اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اذان کا تعلق بھی نماز اور جماعت کے ساتھ قائم ہے۔

(۳)...... تمام مسجدوں میں نماز کی اقامت مرد حضرات کہتے ہیں، کسی مسجد میں عورت نماز کی اقامت نہیں کہتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اقامت نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔

(۴)...... مرد اگر سر کُھلے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو نماز ہوجاتی ہے، اگرچہ ایسا کرنا اچھی بات نہیں، جبکہ غیر مقلدین اکثر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور اس میں کوئی خرابی نہیں سمجھتے، مگر عورت اگر سر ننگا کرکے نماز پڑھے تو وہ بھی اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس مسئلہ کا تعلق بھی نماز کے ساتھ ہے۔

(۵)...... مرد اگر آستین اوپر کرکے نماز پڑھے اور کہنیوں تک ہاتھ ننگے ہوں تو مرد کی نماز ہوجاتی ہے لیکن اگر عورت ایسا کرے تو ایسا کرنے کی صورت میں اس کی نماز جائز نہیں ہوتی۔

(۶)...... مرد حضرات کو نماز میں شلوار پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا منع ہے اور عورتوں کو نماز میں ٹخنوں سے اوپر کرنا گناہ ہے؛ یہ عورت ومرد کا واضح فرق ہے۔

(۷)...... نماز کے لیے مرد کے ستر والے اعضاء الگ ہیں اور عورت کے ستر والے اعضاء اور ہیں۔

(۸)...... روزمرہ کی فرض نماز مردوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید ہے، مگر عورتوں کے لیے یہ تاکید نہیں۔

(۹)...... جمعہ اور عیدین کی نماز مردوں کو پڑھنا ضروری ہے اور عورتوں کو ضروری نہیں۔

(۱۰)...... اگر کوئی عورت مردوں کے پیچھے کسی نماز میں شامل ہو اور امام سے غلطی ہو جائے تو مرد مقتدی کو زبان سے سبحان اللہ وغیرہ کہہ کر امام کو غلطی پر آگاہ کرنا چاہیے لیکن عورت مقتدیہ کو اس کے بجائے اپنی ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ مار کر امام کو آگاہ کرنا چاہیے۔

(۱۱)...... اگر عورت مردوں کے ساتھ کسی وقت جماعت میں شامل ہو تو اس کو مردوں کی صفوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے اور مردوں کی صف عورتوں سے آگے ہونی چاہیے۔

اگر بخاری شریف کی حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ جس طرح حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے، اسی طرح عورتیں اور مرد سب نماز پڑھیں تو پھر مذکورہ چیزوں میں فرق کا قائل ہونا بھی اس حدیث کے خلاف کہلائے گا (بخاری شریف کی اس حدیث کا صحیح مطلب آخر میں تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے)

ہم نے یہ نماز اور اس کے متعلقات میں سے صرف گیارہ چیزیں ذکر کی ہیں، جن میں عورت اور مرد کے درمیان فرق کے اہلِ سنت والجماعت اور سوال میں مذکورہ غیر مقلدین حضرات سب قائل ہیں؛ لہٰذا ان کی طرف سے یہ دعویٰ کرنا کہ "عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں"

خود اُن کے اپنے دعوے کے بھی خلاف ہوا؛ اور ان کا یہ دعویٰ غلط ہوا۔

اب جبکہ عورت اور مرد کی نماز میں کئی چیزوں کے اعتبار سے فرق کے یہ حضرات خود بھی قائل ہوئے، تو اگر کچھ چیزوں میں فقہائے کرام اور فقہائے احناف فرق کے قائل ہوں اور وہ فرق احادیث وروایات سے صراحتاً یا اُصولی انداز سے ثابت ہو تو یہ کیونکر مذکورہ مستدل حدیث (صلوا کما الخ) کے خلاف ہوگا

احادیث وروایات اور آثارِ صحابہ وتابعین سے ثبوت

عورت اور مرد کی نماز میں کئی چیزوں کا فرق احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین کے آثار سے صراحتاً واُصولاً ثابت ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ عورت کو نماز میں اپنے جسم اور اعضاء کو زیادہ سے زیادہ چھپانے کا حکم ہے، حضور ﷺ نے اصولی انداز میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح ، ترمذی فی الرضاع، الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۱۴۱)
ترجمہ: ''عورت چھپانے کی چیز ہے''

(۱)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ! اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ یَدَیْھَا حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا'' (معجم طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۸ ، کنز العمال ج۷، باب الواو حدیث نمبر ۱۹۶۴۰ ، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ ، کتاب الصلوٰۃ وقال رواہ الطبرانی فی حدیث طویل فی مناقب وائل من طریق میمونۃ بنت حجر عن عمتھا ام یحییٰ بنت عبدالجبار ولو اعرفھا وبقیۃ رجالھا ثقات)

ترجمہ: ''مجھے حضور اکرم ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب تم نماز شروع کرو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھائے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضور ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلاتے وقت مَردوں کو کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا حکم دیا اور عورت کو کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم فرمایا؛ اس کی وجہ وہی اصول ہے کہ عورت کے حق میں اس طریقہ میں زیادہ پردہ ہے۔ حضور ﷺ نے عورت و مرد کی نماز میں خود فرق بیان فرما دیا۔ [۱]

(۲)......امام بخاری، امام مسلم رحمہما اللہ سمیت اکثر صحاحِ ستہ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
سَمِعْتُ عَطَاءً سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ کَیْفَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا فِی الصَّلَاةِ قَالَ حَذْوَ ثَدْیَیْھَا (المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ جلد ۱ ، کتاب الصلاۃ ص ۲۳۹)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک'' (ترجمہ ختم) [۲]

فائدہ: اس روایت میں ہاتھ اُٹھانے کے مسئلے میں عورت کی قید لگی ہوئی ہے؛ جس سے واضح ہوا کہ یہ حکم عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

---

[۱] القیاس الخفی یوافق الحدیث فان ماورد بہ الحدیث استر لھا وزیادۃ الستر مطلوبۃ لھا فی الشریعۃ المقدسۃ (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۸۱)

[۲] حضرت عطاء کی اس روایت کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔
قول التابعی الکبیر الذی ظھر فتواہ فی زمن الصحابۃ حجۃ عندنا کالصحابی، کذا فی التوضیح وقال ابن القیم فی اعلام الموقعین قد اختلف السلف فی ذالک فمنھم من قال یجب اتباع التابعی فیما افتی بہ ولم یخالفہ فیہ صحابی ولا تابعی وھٰذا قول بعض الحنابلۃ والشافعیۃ وقد صرح الشافعی فی موضع بانہٗ قالہ تقلیداً لعطاء وھٰذا من کمال علمہ وفقھہ فانہٗ لم یجد فی المسئلۃ غیر قول عطاء فکان قولہ عندہٗ اقویٰ ماوجد فی المسئلۃ ومن تأمل کتب الائمۃ ومن بعدھم وجدھا مشحونۃ بالاحتجاج بتفسیر التابعی (مقدمہ اعلاء السنن ، قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۱۳۲)

(۳)......حضرت ابنِ جریج رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتُشِیْرُ الْمَرْأَةُ بِیَدَیْهَا کَالرِّجَالِ بِالتَّکْبِیْرِ قَالَ لَاتَرْفَعُ بِذَالِکَ یَدَیْهَا کَالرِّجَالِ وَاَشَارَ فَخَفَضَ یَدَیْهِ جِدًّاوَجَمَعَهُمَااِلَیْهِ جِدًّاوَقَالَ اِنَّ لِلْمَرْأَةِ هَیْئَةٌ لَیْسَتْ لِلرَّجُلِ (مصنف عبدالرزاق جلد۳صفحہ۱۳۷،حدیث نمبر ۵۰۶۶،باب تکبیر المرأة بیدیھاوقیام المرأة ورکوعھاوسجودھا،المصنف لابی بکر بن ابی شیبة جلد ۱،کتاب الصلاة، ص ۲۷۰)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ کیا عورت تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت اپنے ہاتھوں سے مردوں کی طرح اشارہ کرے گی؟ آپ نے فرمایا کہ عورت تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت نماز میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ اٹھائے جس طرح مرد حضرات اٹھاتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو جب اشارہ سے بتلایا تو اپنے ہاتھوں کو کافی پست کیا اور ان دونوں کو اپنے سے اچھی طرح ملایا اور فرمایا کہ نماز میں عورت کا طریقہ مردوں کی طرح نہیں ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت اور مرد کی نماز کا طریقہ ایک جیسا نہیں ہے اور دونوں کی نمازوں کے طریقہ میں کچھ فرق ہے۔

(۴)......امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبدِ ربہ بن سلیمان بن عمیر رحمہ اللہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں:

رَأَیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَرْفَعُ یَدَیْهَافِی الصَّلَاةِ حَذْوَمِنْکَبَیْهَا (جزء رفع الیدین للامام البخاری صفحہ۷، رجالهٗ ثقات،اعلاء السنن ج۲ص ۱۸۲)

ترجمہ: ''میں نے حضرت امِ درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اُٹھاتی تھیں'' (ترجمہ ختم)

(۵)......حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ **اَعْلَمُ** حفاظ الحدیث اور حضرت عبداللہ بن عمر،انس بن مالک وسہل بن سعد رضی اللہ عنہم کے شاگرد حضرت زہری (۱۲۴ھ) سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ تَرْفَعُ یَدَیْهَاحَذْوَ مِنْکَبَیْهَا (مصنف ابنِ ابی شبة جلد ۱ صفحہ ۲۷۰ کتاب الصلاة،فی المرأة اذاافتتحت الصلاة الی این ترفع یدیھا)

ترجمہ: ''حضرت زہری نے فرمایا کہ عورت (نماز میں) اپنے ہاتھ اپنے کاندھوں تک اٹھائے گی'' (ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت عطاء سے مروی ہے:

قَالَ تَجْتَمِعُ الْمَرْأَةُ یَدَیْهَافِی قِیَامِهَامَااسْتَطَاعَتْ (مصنف عبدالرزاق جلد۳صفحہ۱۳۷،حدیث نمبر۵۰۶۷)

ترجمہ: ''حضرت عطاء نے فرمایا کہ عورت قیام کی حالت میں ممکنہ حد تک اپنے ہاتھوں کو اپنے جسم کے ساتھ جمع کرکے رکھے گی'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز میں عورت (مردوں کے برعکس) اپنے ہاتھوں کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا کر

اور ملا کر رکھے گی؛ اس کی وجہ بھی وہی اُصول ہے کہ اُس کے جسم کا زیادہ سے زیادہ پردہ رہے؛ عورت کو سینے پر ہاتھ باندھنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کے مخصوص حصے کا اُبھار ہاتھوں کے نیچے چھپ جاتا ہے اور بہتر طریقے پر پردہ ہوجاتا ہے۔

(۷)......حضرت ابنِ جریج حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ تَجْتَمِعُ الْمَرْأَةُ اِذَارَكَعَتْ تَرْفَعُ يَدَيْهَااِلىٰ بَطْنِهَاوَتَجْتَمِعُ مَااسْتَطَاعَتْ فَاِذَاسَجَدَ تْ فَلْتَضُمَّ يَدَيْهَااِلَيْهَا وَتَضُمَّ بَطْنَهَاوَصَدْرَهَااِلىٰ فَخِذَيْهَاوَتَجْتَمِعَ مَااسْتَطَاعَتْ (مصنف عبدالرزاق جلد۳صفحہ۱۳۷)

ترجمہ: ''حضرت عطاء نے فرمایا کہ عورت رکوع کی حالت میں اپنے جسم کے اعضاء کو جمع کرے گی اور سکیڑ کر رکھے گی اور رکوع میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اپنے پیٹ کے ساتھ ملالے گی اور اپنی حسبِ قدرت خوب اکٹھی ہوگی؛ پھر جب سجدہ کرے گی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم کے ساتھ ملالے گی اور اپنے پیٹ کو اور اپنے سینے کو اپنی رانوں کے ساتھ جوڑلے گی اور ممکنہ حد تک جمع اور اکٹھی ہوکر سجدہ کرے گی'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عورت (مَردوں کے برعکس) رکوع اور سجدے کی حالت میں خوب اچھی طرح اکٹھی ہوگی اور اپنے آپ کو سُکیڑ کر رکھے گی؛ فقہائے کرام نے اس اُصول کی روشنی میں عورت کے رکوع اور سجدے کی پوری کیفیت بیان فرمادی ہے۔

ملحوظ رہے کہ (مصنف) عبدالرزاق (المولود۱۲۶ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور امام احمد کے استاد اور امام بخاری کے استاذُالاستاد ہیں؛ اور امام بخاری کی تصریح کے مطابق اس مصنف کی تمام حدیثیں صحیح ہیں، نیز مصنف عبدالرزاق صحاحِ ستہ کے وجود میں آنے سے پہلے کی ان دس کتابوں میں سے ہے؛ جن کی اصلیت (AUTHENTCITY) کسی دور میں مخدوش نہیں سمجھی گئی (درسِ ترمذی جلد۱صفحہ۴۸،۱۷ وآثارُالحدیث جلد۲صفحہ۱۵۶)

اور حضرت عطاء جیسے تابعین کے موقوفات بھی حجت قرار دیے گئے ہیں (ملاحظہ ہو: قواعد فی علوم الحدیث صفحہ۱۳۳)

(۸)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ (جامع المسانید ص۴۰۰ جلد۱) [۱]

---

[۱] قلت هذااسنادصحیح (متن اعلاء السنن، کتاب الصلاۃ ،باب طریق السجود)
وبه یظهرلکل من له مسکة ان مسانیدالامام معتبرة معتمدة عکف علیهاالحفاظ وانکب علیهاالمحدثون شرحاًواختصاراًوجمعاًوترتیباًوزیادة واحتجاجاًواستدلالاً (اعلاء السنن، کتاب الصلاۃ ،باب طریق السجود جلد۳صفحہ۳۲)

ترجمہ: حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں عورتیں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ (یعنی تشہد میں کس طرح بیٹھا کرتی تھیں؟) تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ پہلے تو (قعدے کی حالت میں) چارزانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر بعد میں انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں (ترجمہ ختم)

اس کی شرح میں محدث حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ) اَیْ فِیْ حَالِ قُعُوْدِهِنَّ (ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ تَحْتَفِزْنَ) بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ وَالزَّاءِ، اَیْ يَضُمُمْنَ اَعْضَائَهُنَّ بِاَنْ يَتَوَرَّكْنَ فِیْ جُلُوْسِهِنَّ (شرح مسند ابی حنیفة، باب فی صفة الجلوس فی التشهد)

ترجمہ: ''یعنی خواتین نماز کے قعدے کی حالت میں پہلے چارزانو بیٹھا کرتی تھیں، پھر انہیں نماز میں (مَردوں کے برعکس) اپنے اعضاء ملانے کا حکم دیا گیا؛ اور وہ اس طرح سے کہ خواتین قعدے کی حالت میں تورک کریں، یعنی اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیں اور سُرین زمین کے ساتھ ملا کر بیٹھیں''

فائدہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ ؎۱

؎۱ وقول الصحابی: ''کنانفعل کذاو أمرنا کذا'' فی حکم المرفوع کماتقدم (اعلاء السنن جلد۳ صفحه ۲۷)
ان اضافۂ الیه (ای الیٰ عهد رسول الله ﷺ) فهو مرفوع وحجة قطعاً و الافالظاهر ان المراد بکنانفعل کذا او کانوایفعلون کذا، التقریر، فیکون الظاهر انهٔ مرفوع وحجة (مقدمه اعلاء السنن، قواعد فی علوم الحدیث صفحه ۱۲۷)

بعض حضرات ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت نماز میں مرد کی طرح بیٹھے گی؛ وہ روایت یہ ہے:

ان ام الدرداء کانت تجلس فی الصلاۃ کجلسة الرجل (المصنف ابن ابی شیبة، جلد ۱، صفحه ۲۱۱)

ترجمہ: ''حضرت امِّ درداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں''

اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا کئی وجہ سے درست نہیں۔

کیونکہ اوّلاً تو اس روایت کے الفاظ پر نظر ڈالی جائے تو اس سے بھی عورت اور مرد کی نماز میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ چہارزانوں بیٹھنے کے مقابلے میں ایک طرف دونوں پاؤں نکال کر بیٹھنے کی نشست (جیسا کہ عورتوں کے لیے سنت ہے) یہ مردوں کی نشست کے مشابہ ہے؛ اور فقہائے کرام کے عورتوں کے لیے اس نشست کو افضل قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے (جیسا کہ فقہائے کرام نے وضاحت فرمائی ہے، کہ واشبه بجلسة الرجل۔

لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خاتون نماز میں چہارزانوں کے بجائے تورُّک کے ساتھ (یعنی اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر) بیٹھتی تھیں۔

دوسرے یہ امِ درداء کون ہیں؟ آیا کہ صحابیہ ہیں یا تابعیہ؟ اس میں ہی اختلاف ہے؛ بعض حضرات نے اگرچہ ان کو صحابیہ قرار دیا ہے، لیکن اکثر محدثین و ناقدین نے ان کو تابعیہ شمار کیا ہے۔ لہٰذا عورت اور مرد کی نماز میں فرق کی مرفوع روایتیں اور صحابہ وصحابیات کے قولی وفعلی آثار کے مقابلے میں ایک مجمل خاتون کے اس واقعے کو قابلِ عمل قرار نہیں دیا جاسکتا؛ اور بالفرض اگر ان کو صحابیہ بھی مان لیا جائے تو یہ ان کا اپنا ذاتی فعل ہے، انہوں نے نہ تو کسی اور کو اس کی دعوت دی ہے اور نہ انہوں نے اس فعل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول وفعل اور نہ ہی کسی صحابی کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے یہ خاتون اس طرح بیٹھتی ہوں۔

لہٰذا گذشتہ پیش کیے گئے قولی وفعلی دلائل اور مرفوع احادیث کے مقابلے میں پھر بھی اس کو حجت قرار نہیں دیا جاسکتا؛

چنانچہ یہی بات محدثین نے بیان فرمائی ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۹)......حضرت یزید بن حبیب سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَاسَجَدْ تُمَافَضُمَّابَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَۃَ لَیْسَتْ فِیْ ذَالِکَ کَالرَّجُلِ (السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ ۲۲۳ جلد۲ ،مراسیل ابی داؤد صفحہ ۱۹ جلد ۳) [۱]

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کوفرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو، اس لئے کہ اس سلسلہ میں عورت کا حکم مرد کی طرح کانہیں ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ سجدے کی حالت میں عورت کو اپنے جسم کے اعضاء کو (جن میں ہاتھ بھی داخل ہیں)

﴿حاشیہ پیچھے سے مسلسل﴾ وعرف من روایۃ مکحول ان المراد بام الدرداء الصغری التابعیۃ لا الکبری الصحابیۃ لانہ ادرک الصغری،ولم یدرک الکبریٰ وعمل التابعی بمفردہ ولو لم یخالف لا یحتج بہ............ولم یورد البخاری اثرام الدرداء لیحتج بہ بل للتقویۃ ''فتح الباری جلد۲ صفحہ ۵۲ ''(اعلاء السنن جلد۳صفحہ۳۳)

وایضاًفیحتمل ان یکون لھاعذرفی ذلک علیٰ انہ لوثبت ذلک کان من تقریرالصحابی کمامرفی المتن والقول مقدم علی التقریروایضاًیعارضہ الحدیث المرفوع کماعرفت (اعلاء السنن جلد۳صفحہ۳۳)

[۱] مراسیلِ ابوداؤد کے حوالے سے اس حدیث کے مرسل ہونے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بہت سے اہلِ علم کے نزدیک تو مرسل حدیث قابلِ عمل ہوتی ہے،اور جن حضرات کے نزدیک قابلِ عمل نہیں ہوتی ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حجت ہے، کیونکہ اس حدیث کوامام بیہقی نے دوموصول طریقوں سے روایت کیاہے اورمرسل حدیث کواگر دوسری موصول اورمرسل سندوں سے قوت حاصل ہوجائےتو پھر وہ بھی قابلِ عمل ہوجاتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح اعلاء السنن میں ہے:

رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ ورواہ البیہقی من طریقین موصولین لکن فی کل منھمامتروک کذافی التلخیص الحبیر(۱: ۱۹۱)

قلت کلام الحافظ یدل علیٰ ان المرسل لیس فیہ احدمتروک وفی فوزالکرام للعلامۃ محمدقائم السندی قال البیھقی ھواحسن من موصولین فی ھٰذاالباب اھ(متن اعلاء السنن،کتاب الصلاۃ ،باب طریق السجودجلد ۱ صفحہ۲۰۳)

قولہ''عن یزید بن ابی حبیب الخ''قلت دلالتہ علی ھیئۃ سجود المرأۃ ظاھرۃ، قال فی عون الباری:فمن یری المرسل حجۃ وھومذھب ابی حنیفۃ ومالک فی طائفۃ والامام الاحمد فی المشھور عنہ فحجتھم المرسل المذکور ومن لایری المرسل حجۃ کالشافعی وجمھورالمحدثین فباعتضاد کل من الموصول والمرسل بالاخر وحصول القوۃ من الصورۃ المجموعۃ قال فی فتح الباری وھذا مثال لماذکرہ الشافعی من ان المرسل یعتضد بمرسل آخراومسنداہ وقال النووی والحدیث الضعیف عندتعددالطرق یرتقی عن الضعف الی الحسن ،ویصیرمقبولامعمولابہ قال الحافظ السخاوی :ولایقتضی ذالک الاحتجاج بالضعیف فان الاحتجاج انما ھو بالھیئۃ المجموعۃ کالمرسل حیث اعتضد بمرسل آخر ولو ضعیفا کماقالہ الشافعی والجمھوراہ(۲۹۵ ۱ مع النیل)(اعلاء السنن فی شرح المشکوٰہ ج۳ص ۲۶)

زمین سے چمٹانے اور ملانے کا حکم ہے؛ اس حدیث سے بھی اصولی انداز میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نماز کے بعض احکام میں عورت کا حکم مرد کی طرح کا نہیں ہے، بلکہ عورت اور مرد کی نماز میں کچھ فرق ہے، اور وہ فرق مختلف احادیث و روایات، صحابۂ کرام کے آثار، تابعین کے اقوال کی روشنی میں فقہائے کرام نے بیان فرمادیا ہے۔

جبکہ مردوں کو سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھ زمین پر بچھا کر رکھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے؛

چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

وَيَنْهىٰ اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ (مسلم جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے (سجدے کی حالت میں) مرد کو اپنے ہاتھ زمین پر درندے کی طرح بچھانے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں ممانعت بیان کرتے ہوئے صاف طور پر ''الرَّجُلُ'' (مرد) کی قید موجود ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے مرد کی قید لگا کر یہ بات واضح فرمادی کہ یہ ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ [۱]

---

[۱] اسی سے بعض حضرات کی اُس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سجدے کی حالت میں درندے یا کتے کی طرح اپنے ہاتھوں کو سجدے میں زمین پر بچھانے سے منع فرمایا ہے؛ چنانچہ ایک حدیث میں الفاظ یہ ہیں:

عن قتادة عن انس عن رسول الله ﷺ قال لایفترش احدکم ذراعیه فی السجود افتراش الکلب (سننِ کبریٰ للنسائی جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

یہ حضرات اس ممانعت میں مرد و عورت دونوں کو شامل کرتے ہیں؛ لیکن ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ حضرت قتادہ کی اس پیش کردہ حدیث میں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور جو حدیث ہم نے مسلم کے حوالے سے اوپر ذکر کی ہے، اُس میں ممانعت کو مرد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، اور خود حضرت قتادۃ (جن سے یہ پیش کردہ حدیث منقول ہے) اور دیگر صحابۂ کرام و تابعین کے آثار بلکہ خود مرفوع احادیث و روایات ہی سے عورت کو سجدے کی حالت میں اپنے آپ اور اپنے اعضاء کو زمین کے ساتھ ملا لینے کی صراحت موجود ہے؛ لہٰذا خواتین کو اس حکم میں شامل کرنا درست نہیں۔

اور بعض صحابہ و تابعین کے آثار سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سجدے کی حالت میں زمین سے اوپر ہاتھ اُٹھا کر رکھنے کا حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ حضرت حارث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اذاسجد الرجل فلیفرج (مصنف ابنِ ابی شیبة، جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

نیز فقہائے کرام نے بھی زمین پر ہاتھ بچھانے کی ممانعت مردوں کے ساتھ خاص فرمائی ہے؛ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

وکره الفقهاء للرجل دون المرأة ان یفترش ذراعیه علی الارض فی السجود لورودالنهی عن ذالک لحدیث لایفترش احدکم ذراعیه افتراش الکلب (الموسوعة الفقهية، مادة افتراش)

اور البدائع الصنائع میں سجدہ کی حالت میں زمین پر ہاتھ بچھانے کی ممانعت والی حدیث نقل کر کے تحریر کیا گیا ہے:

وهذافی حق الرجل فاماالمرأة فینبغی ان تفترش ذراعیهاوتنخفض ولاتنتصب کانتصاب الرجل وتلزق بطنهابفخذیهالان ذلک استرلها (البدائع الصنائع جلد ۱، کتاب الصلاۃ)

ان وجوہات کی بناء پر سجدے کی حالت میں عورتوں کو زمین پر ہاتھ بچھانے کی ممانعت کا قائل ہونا درست نہیں۔ محمد رضوان

(۱۰)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُخْریٰ فَاِذَا سَجَدَتْ اِلْصَقَتْ بَطْنَھَا فِیْ فَخِذَیْھَا کَاَسْتَرِ مَایَکُوْنُ لَھَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَیَقُوْلُ یَامَلَائِکَتِیْ اَشْھَدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا (بیہقی صفحہ ۲۲۳ جلد ۲، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۴۹ حدیث نمبر ۲۰۲۰۳، اخبارِ اصبہان جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

ترجمہ: ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو (دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر) اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا لے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اور بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تم گواہ رہو؛ میں نے اس عورت کی بخشش کر دی'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے عورت اور مرد کی نماز میں جزوی فرق کے علاوہ اُصولی طور پر یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عورت کے لئے مرد سے مختلف یہ احکام اس علت پر مبنی ہیں کہ پردے کی زیادہ سے زیادہ رعایت ہو؛ لہٰذا اس علت اور اصول کے پیشِ نظر رکھ کر عورت کی نماز میں ایسے اُمور کا لحاظ جن سے عورت کے حق میں پردے کی زیادہ سے زیادہ رعایت ہو سکے؛ اس حدیث کا تقاضا ہوا۔

تاکہ ان پر عمل کی برکت سے عورت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت اور بخشش کی مستحق ہو سکے۔

(۱۱)......امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاَخِیْرَۃِ یَفْرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْریٰ وَیَنْصِبُ الْاُخْریٰ وَیَقْعُدُ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ وَکَانَ ﷺ یَنْھٰی عَنْ اِفْتِرَاشِ السَّبُعِ فِی الْجُلُوْسِ وَھُوَ اَنْ یَّجْلِسَ مَادًّا ذِرَاعَیْہِ عَلَی الْاَرْضِ وَکَانَ ﷺ یَاْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ یَّحْتَفِزْنَ اَوْ تَرَبَّعْنَ فِی التَّشَھُّدِ (کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ؛ کتاب الصلاۃ؛ باب صفۃ الصلاۃ؛ فصل فی الجلوس الاخیر والتشھد فیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کی آخری رکعت میں قعدے کے لیے بیٹھتے تھے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا کرتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیا کرتے تھے اور اپنے سُرین پر بیٹھ جاتے تھے؛ اور نبی علیہ السلام (مردوں کو) اس طرح درندوں کے طریقے پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر پھیلا کر اور بچھا کر بیٹھا جائے؛ اور نبی علیہ السلام عورتوں کو تشہد کی حالت میں سمٹ کر (یعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر) بیٹھنے کا یا چوزانوں بیٹھنے کا حکم فرماتے تھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: خواتین کے لیے چوزانو بیٹھنے کے مقابلے میں دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بیٹھنے کی فضیلت اور اس کی وجوہات دیگر روایات اور فقہائے کرام کی عبارات میں مذکور ہیں۔

(۱۲)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا:

فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۳۰۲)

ترجمہ: ''تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکھٹی ہو کر (یعنی سب اعضاء کو ملا کر) اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اَفقہِ صحابہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں عورت کو (مردوں کے برعکس) اکٹھی ہونے اور سمٹنے کا حکم پردے کی رعایت ہی کی وجہ سے ہے، اور اس اُصول کی رعایت عورت کے لیے نماز کی تمام حالتوں میں مطلوب ہے۔

(۱۳)......حضرت ابوالاحوص حضرت ابواسحاق سے اور اُن سے حضرت حارث روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا (سننِ کبریٰ بیہقی جلد۲ ص ۲۲۲، مصنف ابنِ ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۰۲) [۱]

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو (پیٹ اور سینے کے ساتھ) ملا کر رکھے'' (ترجمہ ختم)

(۱۴)......حضرت اسرائیل ابواسحاق سے اور ان سے حضرت حارث روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَلْصَقْ فَخِذَیْھَا بِبَطْنِھَا (مصنف عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۱۳۸ حدیث نمبر ۵۰۷۲)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر اور چمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو اپنے پیٹ (اور سینے) کے ساتھ ملا کر رکھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مرفوع حدیث اور سنت کا درجہ رکھتا ہے؛ کیونکہ مشہور حدیث میں حضور ﷺ نے خلفائے راشدین کے قول وفعل کو سنت اور امت پر لازم قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: ابوداؤد ج۲ ص ۲۷۹، ترمذی ج ۲ ص ۹۲، ابن ماجۃ ج ۱ ص ۵ وغیرہ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین)

(۱۵)......امام بخاری کے استاذ الاستاد عبدالرزاق حضرت معمر کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَۃَ قَالَا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَۃُ فَاِنَّھَا تَنْضَمُّ مَا اسْتَطَاعَتْ وَلَا تُجَافِیْ لِکَیْلَا تَرْفَعَ

---

[۱] قلت رجاله رجال الجماعة الا الحارث، فهو من رجال الاربعة، قد اختلاف فيه ووثقه ابن معين، وقال ابن شاهين في ''الثقات'': قال احمدبن صالح المصری ''الحارث الأعور ثقة ما احفظه، وما احسن ما روى عن علی'' واثنى عليه، قيل له: فقد قال الشعبی: كان يكذب قال: لم يكن يكذب فی الحديث، انما كان كذبه فی رأيه اه. (متن اعلاء السنن مع شرح ج ۳ ص ۳۱)

عَجِیُزَتُھَا (مصنف عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۱۳۷ حدیث نمبر ۵۰۶۸)

ترجمہ: ''حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے گی تو ممکنہ حد تک جسم (باہم اور زمین کے ساتھ) ملا کر رکھے گی اور اپنے اعضاء کو کُھلا کُھلا اور جُدا جُدا نہیں رکھے گی تا کہ اس کے سُرین اوپر نہ اُٹھے رہ جائیں'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: ظاہر ہے کہ سجدہ کی حالت میں مردوں کے سُرین اوپر کو اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور عورتوں کو اس کے برخلاف سُرین نیچے رکھنے کا حکم ہے؛ اس کی وجہ بھی وہی اُصول ہے کہ عورت کے جسم کا زیادہ سے زیادہ پردہ ملحوظ رہے۔

(۱۶)......محدث ابنِ مبارک حضرت ہشام سے اور وہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ اَلْمَرْأَۃُ تَضْطَمُّ فِی السُّجُوْدِ (مصنف ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحہ ۳۰۳)

ترجمہ: حضرت حسن نے فرمایا کہ عورت سجدے میں اپنے آپ کو خوب ملا کر اور چِپکا کر رکھے گی (ترجمہ ختم)

فائدہ: علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ حضرت حسن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عموماً ان کے اقوال کی بنیاد کوئی نہ کوئی حدیث یا صحابہ کا قول ہوتا ہے۔

قال ابنُ حجر المکی والحسن البصری تابعی جلیل اجتمع بجمع من الصحابة فلایقول ذلک الاعن توقیف (ردالمحتار جلد۲ فصل فی الاحرام وصفة المفرد)

(۱۷)......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

اِذَاسَجَدَتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَزِقْ بَطْنَھَابِفَخِذَیْھَاوَلَاتَرْفَعُ عَجِیْزَتَھَا وَلَاتُجَافِیْ کَمَایُجَافِیُ الرَّجُلِ (مصنف ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحہ ۳۰۳، بیھقی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

ترجمہ: ''عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اُٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دُور رکھتا ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابراہیم نخعی کا یہ ارشاد حجت ہے؛ چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے:

قول ابراھیم النخعی حجة عندنااذالم یخالف قول الصحابی فمافوقه (قواعدفی علوم الحدیث، مقدمه اعلاء السنن صفحہ ۱۳۲)

(۱۸)......حضرت مجاہد سے مروی ہے:

عَنْ مُجَاھِدٍ اَنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَہٗ عَلٰی فَخِذَیْہِ اِذَاسَجَدَ کَمَاتَضَعُ الْمَرْأَۃُ (مصنف ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحہ ۲۷۰)

ترجمہ: ''حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: ایسے جلیل القدر تابعین کا کسی چیز کو مکروہ سمجھنا، حدیث یا صحابۂ کرام کی تعلیم ہی کی بنیاد پر ہوسکتا ہے مذکورہ بالا احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے آثار سے عورتوں کی نماز کا طریقہ مردوں کی نماز سے واضح طور پر مختلف ہونا ثابت ہوا۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابۂ کرام کے اقوال بھی حجت اور دلیل ہیں بلکہ صحابۂ کرام کے مذکورہ نوعیت کے ارشادات مرفوع حدیث اور سنت کا درجہ رکھتے ہیں۔اسی طرح جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت عطاء، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت قتادہ، حضرت زہری، حضرت مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ کے اقوال بھی حجت اور سند کا درجہ رکھتے ہیں، خصوصاً جبکہ صحابۂ کرام اور اس سے بڑھ کر مرفوع احادیث کے مطابق ہوں۔

(ملاحظہ ہو: ردالمحتار جلد۲ ،باب الجمعة ،وفتح القدیر جلد۲ ،باب صلاة الجمعة؛مقدمة فتح الملهم،شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحه۱۱۵ ؛قواعد فی علوم الحدیث ،مقدمه اعلاء السنن ص ۱۳۲ ،وص ۱۵۸)

محدثین وفقہائے کرام سے ثبوت

فقہائے کرام نے مذکورہ اور اس جیسی دیگر احادیث و روایات اور صحابہ وتابعین کے آثار کی روشنی میں عورت اور مرد کی نماز پڑھنے کے طریقے میں جہاں جہاں فرق ہے اُس کی وضاحت اور تفصیل بیان فرمادی ہے؛ لہٰذا اب عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق سے متعلق بعض محدثین اور فقہائے کرام کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......صحیح مسلم کے مشہور محدث امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَیُسَنُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یُجَافِیَ مِرْفَقَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَیُسَنُّ لِلْمَرْأَةِ ضَمَّ بَعْضُهَااِلٰی بَعْضٍ وَتَرْکِ الْمُجَافَاةِ(شرح المهذب، جلد۳، صفحه ۴۰۴ صفة الرکوع)

ترجمہ: ’’مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے جُدا رکھے اور عورت کے لیے ان اعضاء کا ایک دوسرے کے ساتھ ملانا اور اعضاء کو جدا نہ رکھنا سنت ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۲)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِیُّ وَالْاَصْحَابُ یَسُنُّ اَنْ یُّجَافِیَ مِرْفَقَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَیَرْفَعُ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَیْهِ وَتَضُمُّ الْمَرْأَةُ بَعْضَهَااِلٰی بَعْضٍ(شرح المهذب جلد۳، وضع الیدین والرکبتین والقدمین فی السجود)

ترجمہ: ’’امام شافعی اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں؛ مرد کے لیے سنت ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے جُدا رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اُٹھا کر رکھے اور عورت ان اعضاء کو باہم ملا کر رکھے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۳)......مشہور محدث علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَضُمُّ بَعُضَهَا اِلٰی بَعُضٍ فِیُ الرُّکُوُعِ وَالسُّجُوُدِ (الأشباہ والنظائر،القول فی احکام الانثیٰ وماتخالف فیہ الذکر)

ترجمہ: ''اور عورت رکوع اور سجدے میں اپنے اعضاء کو باہم ملا کر رکھے'' (ترجمہ ختم)

(۴)......علامہ تقی الدین ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالُوُا الُمَرُأَۃُ تَضُمُّ بَعُضَهَا اِلٰی بَعُضٍ لِاَنَّ الُمَقُصُوُدَ مِنُهَا التَّصُوُّنُ وَالتَّجَمُّعُ وَالتَّسَتُّرُ وَتِلُکَ الُحَالَۃُ اَقُرَبُ اِلٰی هٰذَا الُمَقُصُوُدِ (احکام الاحکام جلد ۱،تجافی الیدین عن الجنبین فی السجود)

ترجمہ: ''فقہاء وعلماء کا قول ہے کہ عورت اپنے اعضاء کو باہم ملا کر رکھے؛ اس لیے کہ شریعت کی طرف سے اس کے حق میں مقصود یہ ہے کہ اس کی ہر طرح کے فتنے سے حفاظت رہے اور سمٹ کر نماز پڑھے اور پردے کا اہتمام کرے اور اعضاء باہم ملا کر رکھنے کی حالت اس مقصود کے زیادہ قریب ہے'' (ترجمہ ختم)

(۵)......علامہ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاما المرأۃ فتحتفز وتنضم وتلصق بطنها بفخذیها وعضدیها بجنبیها هکذا عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فی بیان السنة فی سجود النساء ولان مبنی حالها علی الستر فمایکون استرلها فهو اولیٰ لقوله ﷺ المرأۃ عورۃ مستورۃ (المبسوط ،ج ۱ کیفیة الدخول فی الصلاۃ)

ترجمہ: جہاں تک عورت کا معاملہ ہے تو وہ سمٹ کر اور اپنے اعضاء کو باہم اور زمین کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے گی؛ اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے گی؛ اور اپنے پہلوؤں کو ملا کر رکھے گی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے متعلق مسنون سجدہ کا طریقہ منقول ہے، اور ایک وجہ یہ ہے کہ عورت کی حالت کا دارومدار پردہ پر ہے؛ لہٰذا جس حالت میں عورت کے لئے زیادہ ستر اور پردہ ہوگا؛ وہ حالت اس کے لئے زیادہ بہتر ہوگی، حضورﷺ کا عورت کے بارے میں فرمان ہے کہ وہ ستر اور پردہ کی چیز ہے (ترجمہ ختم)

(۶)......محدثُ العصر علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ودلالة الاحادیث المذکورۃ علی هیئة جلوس المرأۃ ظاهرۃ، والبعض منها وان کان ضعیفا، کحدیث رواہ ابن عدی فی الکامل ولکن البعض یتقوی بالبعض ، فالمسألة ثابتة بالحدیث المرفوع ، ولله الحمد ، والقیاس ایضا یقتضی مخالفة هیئة المرأۃ فی جلوسها وسجودها عن هیئة الرجال ، لکون مبنی أحوالهن علی التستر ، والاحادیث المذکورۃ مؤیدۃ له (اعلاء السنن ج۳ ص ۳۲)

ترجمہ: ''اور مذکورہ احادیث سے عورت کی نماز میں بیٹھنے کی ہیئت (حالت) پر دلالت واضح ہوئی اور اس سلسلے کی بعض احادیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں مثلاً وہ حدیث جسے ابن عدی نے کامل میں روایت کیا، مگر چونکہ بعض احادیث کی بعض سے تقویت ہوتی ہے اس لئے عورت اور مرد کی نماز کی ہیئت کے فرق کا یہ مسئلہ الحمدللہ مرفوع حدیث سے ثابت ہوا۔

اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت کے بیٹھنے اور سجدہ کرنے کی ہیئت مردوں کی ہیئت سے مختلف ہونی چاہئے۔ کیونکہ عورتوں کے احوال کی بنیاد پردے پر رکھی گئی ہے اور مذکورہ حدیث سے اس بنیادی اصول کی تائید ہوتی ہے(ترجمہ ختم)

(۷)......البحرالرائق میں ہے:

والمرأة تخفض وتلزق بطنها بفخذيها لانه استرلها،فانهاعورة مستورة ويدل عليه مارواه ابوداوٗد فی مراسيله انه عليه الصلاة والسلام مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذَاسَجَدْتُّمَافَضُمَّابَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِیْ ذَالِکَ کَالرَّجُلِ وذکرالشارح ان المرأة تخالف الرجل فی عشرة خصال :ترفع يديهاالی منكبيهاوتضع يمينها علی شمالهاتحت ثدييهاولاتجافی بطنهاعن فخذيها،وتضع يديهاعلی فخذيهاتبلغ رؤوس اصابعهاركبتيها،ولاتفتح ابطيهافی السجود،وتجلس متوركةً فی التشهد،ولاتفرج اصابعهافی الركوع،ولاتؤم الرجال ،وتكره جماعتهن ويقوم الامام وسطهن اھ ويزادعلی العشر انهالاتنصب اصابع القدمين كماذكرهٗ فی المجتبیٰ (البحرالرائق جلد ۱ ،کتاب الصلاة ،باب صفة الصلاة،کذافی تبيين الحقائق ج ۱ ، کتاب الصلاة،فصل الشروع فی الصلاةوبيان احرامها واحوالها)

ترجمہ: اور عورت اپنے آپ کو پست اور نیچا رکھے گی اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ چمٹا کر رکھے گی اس لیے کہ عورت کے حق میں یہ زیادہ پردے کی بات ہے؛اور عورت پردے اور چھپانے کی چیز ہے،ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے کہ حضورﷺ دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں،تو آپﷺ نے ان کو فرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو،اس لئے کہ اس سلسلہ میں عورت کا حکم مرد کی طرح کا نہیں ہے؛اور شارح نے ذکر کیا کہ عورت کی نماز کی حالت مرد سے تقریباً دس چیزوں میں مختلف ہے؛عورت تکبیرِ تحریمہ کے لئے اپنے ہاتھ اپنے کاندھوں تک اٹھائے گی؛اور وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنی چھاتیوں پر باندھے گی؛اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے الگ نہیں کرے گی؛اور رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر اس طرح رکھے گی کہ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کے کنارے اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں؛اور اپنی دونوں بغلوں کو سجدے کی حالت میں کشادہ نہیں کرے گی؛اور تشہد کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دے گی؛اور رکوع کی حالت میں اپنی انگلیوں کو کشادہ کر کے نہیں رکھے گی؛اور مردوں کی امامت نہیں کرائے گی؛اور عورتوں کو اپنی جماعت کرنا بھی مکروہ ہے(اور اگر اس مکروہ کا ارتکاب کرتے ہوئے وہ جماعت کریں)تو ان کی امام درمیان میں کھڑی ہوگی؛اور دس کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پیروں کی انگلیوں کو(سجدے،قعدے وغیرہ میں) کھڑا نہیں کرے گی جیسا کہ مجتبیٰ میں مذکور ہے(ترجمہ ختم)

(۸)...... علامہ ابنُ الہمام رحمہ اللہ کے شاگرد محدث شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹوی رحمہ اللہ اپنے رسالے ''**معيارُ النقاد فی تمييز المغشوش عن الجياد**''میں تحریر فرماتے ہیں:

الجمع بالنسبة الينا،وذالک واقع من أمامنا الأعظم رحمه الله حيث خص أحد المرويين بالرجال لمافيه من زيادة التواضع والتعظيم ،وثانيهما بالنساء،وهو ماكان أسترفى حقهن ، ورأى أن رعاية الأسترفى حقهن أولى من رعاية مافيه زيادة التعظيم ،وهٰكذافعل رحمه الله فى أحاديث أخر،منها رفع اليدين ،فأنه لمااختلفت الروايات عن رسول الله ﷺ وأصحابه فى كونه ألى الأذنين والكتفين –خص الأسترمنهما–وهو الأخير–بالنساء ، وغير الأستر–وهو الأول–بالرجال . ومنها الجلوس فى التشهد،لمااختلفت الروايات فيه افتراشاوتوركاخص الأسترمنهما–وهوالتورک–بالنساء، وغيرالأستر – وهو الافتراش – بالرجال .وقدقدمناعن التحريروشرحه أنه يجوزللمجتهدترجيح أحدالنصين المتعارضين لموافقة بالقياس،انتهى.

ولايخفى أن هذاالجمع جمع من وجه لمافيه من أعمال النصين ،ولاشک أن أعمال النصين المتعارضين بعدثبوتهماأولى من أهمال أحدهمابالكلية ،وترجيح بالقياس من وجه لمافيه من رعاية مافيه زيادة التعظيم فى حق الرجال ،ومافيه زيادة السترفى حق النساء ،والترجيح بالقياس يجوز للمجتهد،وفيه عمل بالقولين ،أعنى أن النصين أذاتعارضافالجمع مقدم على الترجيح،أوعكسه.

فظهرأن قولكم:ثم مقتضى الجمع أن يكون كل من الوضع تحت السرة وعلىٰ الصدرسنة الرجل والمرأة ،من غيرتخصيص الأول بالأول ،والثانى بالثانى ألى آخره –باطل بمقدماته بأسرها(درهم الصرة فى وضع اليدين تحت السرة صفحه ١١١،١١٢؛مطبوعة :ادارة القرآن كراچى)

ترجمہ: ’’دونوں قسم کی روایتوں میں جمع کرنا ہمارے نزدیک زیادہ بہتر ہے،اورجمع کرنے کا معاملہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف سے واقع ہے؛اس طور پر کہ آپ نے ایک طرح کی روایات مردوں کے ساتھ خاص فرمائیں،کیونکہ ان میں تواضع اور تعظیم زیادہ پائی جاتی ہے،اوردوسری روایات عورتوں کے ساتھ خاص فرمائیں کیونکہ عورتوں کے حق میں اُن میں زیادہ پردے کی رعایت پائی جاتی ہے اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ دیکھا کہ عورتوں کے حق میں پردے کی رعایت کی اہمیت تعظیم کی زیادتی کی رعایت سے زیادہ ہے؛اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہی طرزِعمل دوسری احادیث میں بھی اختیار فرمایا؛مثلاًتکبیرِتحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھائے جانے والی احادیث جوکہ رسول اللہ ﷺ سے اوران کے صحابہ سے منقول ہیں؛بعض میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکرموجود ہے اوربعض میں کاندھوں تک ؛کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات میں پردے کی رعایت زیادہ ہے اُن کوخواتین کے ساتھ خاص فرمایااورکانوں تک ہاتھ اُٹھائے جانے والی روایات کومردوں کے ساتھ خاص فرمایا(اس طرح سب روایات پرعمل ہوگیااورکوئی روایت بھی ضائع نہیں گئی)اورمثلاًتشہدکی حالت میں بیٹھنے کی روایات مختلف ہیں؛بعض میں ایک پاؤں کھڑے کرنے اوردوسرے کوبچھا کراس پر بیٹھنے کا ذکرہے اوربعض میں دونوں پاؤں ایک طرف نکال کربیٹھنے کا ذکرہے۔پہلی قسم کی روایات کوعورتوں کے ساتھ خاص فرمایا کیونکہ اس

میں پردے کی زیادہ رعایت ہے اور دوسری قسم کی روایات کو مردوں کے ساتھ خاص فرمایا اور ہم یہ بات تحریر اور اُس کی شرح کے حوالے سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مجتہد کے لیے جائز ہے دو متعارض نصوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا جو قیاس کے موافق ہو۔ اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ جمع کرنے کا یہ طریقہ بھی دونوں قسم کے نصوص پر عمل کرنے کا ایک طریقہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دو متعارض نصوں پر عمل کرنا جبکہ ان کا ثبوت ہو یہ بہتر ہے بنسبت ان میں سے ایک کو بالکلیہ چھوڑ دینے کے۔ اور قیاس کے ذریعہ سے ایسے طریقے پر ترجیح دینا کہ مردوں کے حق میں جس صورت میں تعظیم کی زیادتی کی رعایت ہو اور عورتوں کے حق میں جس صورت میں پردے کی زیادتی کی رعایت ہو، مجتہد کے لیے اس طرح کی ترجیح قیاس کے ذریعہ دینا بھی جائز ہے اور اس طریقے میں دونوں قولوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دو نص جب ٹکرا جائیں تو دونوں پر عمل کرنے کی راہ نکالنا کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے اور دوسرے کو بے کار اور مہمل قرار دینے سے مقدم ہے۔ پس اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ عورتوں اور مردوں سب کے حق میں ناف سے نیچے اور سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہونا چاہیے اور ایک طریقے کو مردوں کے ساتھ اور ایک طریقے کو عورتوں کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہیے'' (درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ)

اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ فقہائے احناف کی کوشش تو ممکنہ حد تک یہ ہوتی ہے کہ جب تک تطبیق اور جمع کی مناسب صورت ہو اُس وقت تک ثابت شدہ ہر قسم کی احادیث وروایات کو قابلِ عمل قرار دینا چاہیے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی روشنی میں سنت عمل کا جائزہ لینا چاہیے؛ اس اعتبار سے احناف اہلِ سنت والجماعت ہونے کے ساتھ ساتھ **''اہلِ احادیث''** قرار پائے۔

ہاں اگر تحقیق کے نتیجے میں کسی حدیث کا منسوخ وغیرہ ہونا معلوم ہو جائے تو الگ بات ہے۔

اس کے برخلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ کوئی ایک قسم کی حدیث لے کر اُس کے علاوہ دوسری احادیث کو نظر انداز کر دیتے ہیں؛ اس اعتبار سے موجودہ غیر مقلدین اہلِ سنت والجماعت کے بجائے بزعمِ خویش بھی زیادہ سے زیادہ **''اہلِ حدیث''** قرار پائے۔

لہٰذا موجودہ دور کے غیر مقلدین کی طرف سے اہلِ سنت والجماعت اور خصوصاً احناف کو احادیث کا منکر قرار دینا حقیقت کے خلاف اور سراسر بہتان ہے۔

(۹)......الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

اِلَّا اَنَّ الْمَرْأَۃَ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ الْھَیْئَاتِ فِی الصَّلوٰۃِ وَذَالِکَ کَمَا یَأْتِیْ: وَیُسْتَحَبُّ اَنْ تَجْمَعَ الْمَرْأَۃُ نَفْسَھَافِی الرُّکُوْعِ فَتَضُمَّ مِرْفَقَیْھَا اِلَی الْجَنْبَیْنِ وَلَا تُجَافِیْھِمَا وَتَنْحَنِیْ قَلِیْلًا فِیْ رُکُوْعِھَا وَلَا تَعْتَمِدَ وَلَا تُفَرِّجَ بَیْنَ اَصَابِعِھَا بَلْ تَضُمُّھَا وَتَضَعُ یَدَیْھَا عَلٰی رُکْبَتَیْھَا وَتَحْنِیْ رُکْبَتَھَا وَتُلْصِقُ

مِرْفَقَيْهَا بِرُكْبَتِهَا وَفِيْ سُجُوْدِهَا تَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهَا وَتَنْضَمُّ وَتَلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُلَهَا فَلَايَسُنُّ لَهَا التَّجَافِيْ كَالرِّجَالِ لِحَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ حَبِيْبٍ............وَلِاَنَّهَاعَوْرَةٌ فَالْاَلْيَقُ بِهَا الْاِنْضِمَامُ،كَذَالِكَ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تَكَشَّفَ جِلْبَابَهَا وَتُجَافِيْهِ رَاكِعَةً وَسَاجِدَةً لِئَلَّاتَصِفَهَا ثِيَابَهَا وَاَنْ تَخْفِضَ صَوْتَهَاوَتَجْلِسَ مُتَرَبِّعَةً لِاَنَّ اِبْنَ عُمَرَ كَانَ يَأْمُرُالنِّسَاءَ اَنْ يَّتَرَبَّعْنَ فِي الصَّلَاةِ اَوْ تَسْدُلَ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا وَهُوَاَفْضَلُ مِنَ التَّرَبُّعِ لِاَنَّهُ غَالِبُ فِعْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاوَاَشْبَهُ بِجِلْسَةِ الرَّجُلِ وَهُوَمَاقَالَهُ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَالْاِمَامُ اَحْمَدُ"(الموسوعة الفقهية؛الجزء السابع؛احكام الانوثة)

(۱۰)......علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما فی النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع الیدین علی الصدر استرلها کما فی البنایة وفی المنیة المرأة تضعهما تحت ثدییها (السعایة،جلد ۲،صفحه ۱۵۶)

(۱۱)......امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واحب للمرأة فی السجود ان تضم بعضها الیٰ بعض وتلصق بطنهافخذیها وتسجد کاسترمایکون لهاوهٰکذااحب لهافی الرکوع والجلوس وجمیع الصلاة ان تکون فیهاکاسترمایکون لها(کتاب الام جلد ۱،صفحه۱۱۵،باب التجافی فی السجود)

(۱۲)......دوسرے مقام پرفرماتے ہیں:

لکن آمرهابالاستتاردونه فی الرکوع والسجود بان تضم بعضهاالیٰ بعض (کتاب الام جلد ۱،باب الذکرفی السجود)

(۱۳)......علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لکن تجمع نفسها فی نحو رکوع وسجود فلایسن لها التجافی لحدیث زید بن حبیب ان النبی ﷺ مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض فان المرأة لیست فی ذالک کالرجل رواه ابوداؤد فی مراسیله ولانهاعورة فالیق بها الانضمام وتجلس امرأة مسدلة رجلیها عن یمینها وهوافضل من تربعها لانها غالب جلوس عائشة رضی الله عنها واشبه بجلسة الرجل وابلغ فی الاکمال والضم واسهل علیها (دقائق اولی النهی شرح المنتهیٰ ج ۱ باب صفة الصلوٰة ومایکره فیهاوارکان وواجباتها وسننها ومایتعلق بها)

(۱۴)......علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"الاان المرأة تجمع نفسها فی الرکوع والسجود وتجلس متربعة اوتسدل رجلیها فتجعلها فی جانب یمینها الاصل ان یثبت فی حق المرأة من احکام الصلاة مایثبت للرجال لان الخطاب یشملها غیر انها خالفة فی ترک التجا فی لانها عورة فاستحب لها جمع نفسها

لیکون استرلها فانه لایؤمن ان یبدو ومنها شیء حال التجافی وکذالک فی الافتراش ،قال احمد والسدل اعجب الی واختاره الخلال قال علی کرم اللہ وجهه اذاصلت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها" (المغنی لابن قدامة ،الجزء الاول ،باب صفة الصلاة)

(۱۵)......علامہ احمد بن غنیم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غیر انها تنضم ولاتفرج فخذیها ولاعضدیها وتکون منضمة منزویة فی جلوسها وسجودها وامرها کله (الفواکه الدوانی ج ا ،باب صفة العمل فی الصلوات المفروضة)

فتاویٰ علمائے اہلِ حدیث سے ثبوت

غیر مقلدین کا عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا قائل نہ ہونا خود اُن کے (اپنے دعوے کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ، جیسا کہ شروع میں گزرا) اپنے بعض اکابر کی تحقیق کے بھی خلاف ہے، چنانچہ مشہور اہلِ حدیث عالم عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی اپنے فتاویٰ میں عورت اور مرد کی نماز میں فرق والی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: ''اور اسی پر تعامل اہلِ سنت و مذاہبِ اربعہ وغیرہ چلا آیا ہے۔''

اور مزید لکھتے ہیں:

''غرض یہ کہ عورتوں کا انضمام (اکٹھی ہوکر) اور انخفاض (سمٹ کر اور چمٹ کر) احادیث و تعامل جمہور اہلِ علم از مذاہبِ اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے اور اس کا منکر کتبِ حدیث اور تعامل اہلِ علم سے بے خبر ہے۔'' واللہ اعلم۔ حررہ عبد الجبار عفی عنہ (فتاویٰ غزنویہ صفحہ ۲۷، ۲۸، فتاویٰ علمائے اہلحدیث صفحہ ۱۴۹ جلد ۳)

غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں؛ فتاویٰ علمائے اہلِ حدیث کے اس مذکورہ فتوے کی رُو سے اہلِ سنت کے متفقہ تعامل کے خلاف ہے اور کتبِ حدیث کے انکار کی علامت ہے۔

مذکورہ بالا احادیثِ طیبہ و روایاتِ مبارکہ، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور محدثین رحمہم اللہ اور چاروں اہلِ حق فقہ کے حضراتِ فقہائے کرام کی عبارات سے جو عورتوں کی نماز کا مسنون و مستحب طریقہ ثابت ہوا وہ مردوں کی نماز کے طریقہ سے کئی چیزوں میں جدا ہے۔ عورتوں کی نماز کے طریقہ میں زیادہ سے زیادہ پردہ اور جسم سمیٹ کر ایک دوسرے سے ملانے کا حکم ہے اور یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے سے آج تک اس امت میں متفق علیہ اور عملاً برابر چلا آ رہا ہے۔ نیز خود اہلِ حدیث حضرات کے بعض اکابر اس مسئلہ میں مذکورہ بالا احادیث کے مطابق فتویٰ دیتے رہے ہیں۔ جہاں تک غیر مقلدین حضرات کے سوال میں مذکورہ گروہ کے دعویٰ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں نہ تو ان کے پاس کوئی قرآنی آیت ہے اور

نہ کوئی حدیث ہے، اور نہ ہی کسی خلیفۂ راشد کا فتویٰ ہے؛ بلکہ وہ بعض دوسرے مسائل کی طرح اپنے اس مؤقف میں امت سے کٹے ہوئے ہیں، اس کے باوجود بھی اُن کی طرف سے عورت و مرد کی نماز میں فرق کے قائل حضرات پر مختلف الزامات عائد کرنا سنگین جُرم ہے؛ کیونکہ اس الزام کی نسبت درحقیقت حضور ﷺ، آپ ﷺ کے شاگرد صحابۂ کرام اور صحابۂ کرام کے شاگرد تابعین اور محدثین کی طرف لوٹتی ہے۔

ایک شبہ کا جواب

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ احادیث کی جو مشہور کتابیں ہیں اور وہ صحاحِ ستہ کہلاتی ہیں، عورت اور مرد کی نماز میں فرق والی احادیث و روایات اور صحابۂ کرام و تابعین کے آثار ان کتابوں میں کیوں درج نہیں ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو کسی حدیث کے قابلِ عمل اور معتبر ہونے کے لیے صحاحِ ستہ میں ہونا ضروری نہیں بلکہ صحیح اور معتبر حدیث جس کتاب میں بھی ہو، وہ معتبر ہے ورنہ بہت سی ایسی چیزیں غیر مقلدین کے نزدیک بھی مسلَّم ہیں جو صحاحِ ستہ کے علاوہ دوسری حدیث کی کتابوں میں ہی درج ہیں۔

دوسرے جن احادیث کو امت قولی یا فعلی طور پر قبول کر لے تو وہ احادیث ''تلقی بالقبول'' کی وجہ سے، صحاحِ ستہ کی احادیث سے کم درجہ کی نہیں رہتیں، بلکہ بعض اوقات معناً متواتر کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔

بہت سے عوام اپنے محدود علم کی وجہ سے صحاحِ ستہ کے علاوہ دوسری احادیث و روایات پر بلاوجہ اعتراض کرتے ہیں، ورنہ جن صحابۂ کرام و تابعین سے عورت اور مرد کی نماز میں فرق ظاہر ہو رہا ہے وہ صحاحِ ستہ کے لکھے جانے سے پہلے کے ہیں؛ اور اسی طرح ان میں سے کئی احادیث کی کتب بھی پہلے کی اور صحاحِ ستہ کے مصنفین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استادوں کی ہیں؛ چنانچہ مصنَّف عبدالرزاق کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث، مقدمہ اعلاء السنن صفحہ ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۵)

حدیث "صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ" کا صحیح مطلب

بعض حضرات کی طرف سے عورت اور مرد کی نماز میں فرق نہ ہونے کے متعلق جو یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

کہ ''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''

Idara Ghufran

اس سے بھی عورت اور مرد کی نماز میں فرق نہ ہونے کی دلیل پکڑنا درست نہیں۔

کیونکہ اولاً تو آپ ﷺ نے یہ خطاب حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو اُس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ ﷺ کی خدمت سے واپس جا رہے تھے، لہٰذا اُس وقت آپ ﷺ کے مخاطب مرد حضرات تھے، خواتین نہیں تھیں۔ دوسرے اگر اس خطاب کو پوری امت کے لیے قرار دیا جائے تو حضور ﷺ کے اس ارشاد کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نماز سے متعلق جو بات نبی علیہ السلام سے امت کے جن افراد کے حق میں ثابت ہو، اس کے مطابق وہ افراد عمل کریں نہ یہ کہ مریض اور خواتین سب آپ ﷺ کی طرح نماز پڑھیں۔ ورنہ تو بہت سے احکامات میں تو پوری امت کے نزدیک عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہے (جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں) تو کیا جو جو احکامات مردوں کے لیے ثابت ہیں وہ سارے احکامات اس حدیث کو بنیاد بنا کر عورتوں کے لیے ثابت کیے جا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

ورنہ تو لازم آئے گا کہ اگر حضور ﷺ عمامہ پہن کر اور کپڑا ٹخنوں سے اوپر رکھ کر نماز پڑھتے تھے تو خواتین بھی اسی طرح نماز پڑھیں اور اُن کے لیے بھی اپنے ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنا ضروری ہو، جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے (ملاحظہ ہو: فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۴، کتاب اخبار الآحاد، باب نمبر ۱؛ التلخیص الحبیر للعلامہ العسقلانی جلد ۱، باب صفۃ الصلاۃ)

پھر اس حدیث میں یہ صاف موجود ہے کہ حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے جس طرح دیکھو اسی طرح تم نماز پڑھو اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کو امت کے مرد و عورت سارے افراد کا نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا ممکن نہیں؛ حضور ﷺ کو براہِ راست نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے، لہٰذا انہوں نے جس طرح سے عورت و مرد کی نماز کو نقل کیا اسی کا اعتبار ہوگا؛

(ملاحظہ ھو: منح الجلیل شرح مختصر خلیل جلد ۱، فصل فی بیان حکم فعل الصلاۃ فی جماعۃ)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمد رضوان ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ۔

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟　ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیر ادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اور اس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات کے جوابات)

حضرت آسیہ جنت میں کس کے ساتھ ہونگی؟

سوال:...... حضرت آسیہ کا نکاح آنحضور ﷺ سے جنت میں ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب:...... اگر چہ یہ مسئلہ ایمانیات سے تعلق نہیں رکھتا کہ اس کی تحقیق پر ایمان کا کوئی مسئلہ موقوف ہو، اس قسم کے کام اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت اور منشاء پر موقوف ہیں، لہٰذا اس قسم کے مسئلوں کی کھود کرید کرنے سے بہتر یہ ہے کہ جو احکام واعمال اپنی عملی زندگی سے متعلق ہوں، ان کو معلوم کیا جائے، تاہم صرف علمی درجہ میں یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آسیہ کو جنت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جگہ دی جائے گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ جنت میں ہر مسلمان بیوی اپنے شوہر کے ساتھ رہے گی بشرطیکہ شوہر بھی مسلمان ہو اگر شوہر مسلمان نہ ہو تو پھر اس کو کسی مسلمان کو پیش کیا جائے گا اور حضرت آسیہ کا شوہر فرعون تھا جو کہ کافر تھا اس کا تو جنت میں داخلہ ہی نہیں ہوسکے گا اور حضرت آسیہ جنتی ہیں اور انہوں نے دین کے لئے اتنی تکلیف برداشت کی اس لئے ان کو اس کا صلہ یہ دیا جائے گا کہ ان کو

جنت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جگہ عطا کی جائے گی۔ واللہ اعلم [۱]

زخمی انسان کے لئے وضو اور غسل کا حکم

سوال:...... میری ایک رشتہ دار عورت ہیں کینسر کی وجہ سے ان کی دونوں چھاتیاں آپریشن کرنے سے الگ کردی گئی ہیں، زخم اور کینسر پورے جسم میں ہو چکا ہے ڈاکٹروں نے جسم اور زخم پر پانی کا استعمال مکمل طور پر بند کیا ہوا ہے۔ عورت ہونے کی وجہ سے غسل کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس صورت میں نماز اور تلاوتِ قرآن پاک وغیرہ کی ادائیگی کے لئے وہ کیا کریں؟

جواب:...... مسئلہ یہ ہے کہ جو حصہ انسان کا زخمی ہو گیا ہو، چاہے وہ کوئی بھی حصہ ہو اس سے تعلق نہیں کہ وہ چھاتی ہو، کمر ہو، منہ ہو، ہاتھ ہو ، پاؤں ہوں، پیٹ ہو، پیٹھ ہو، غرضیکہ جو بھی حصہ زخمی ہو اور پانی کا لگنا اس کو مضر ہوتا ہو نقصان دہ ہوتا ہو، بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو یا پانی لگنے سے زخم کے جلدی اچھا نہ ہونے کا خدشہ ہو کہ زخم بڑھ جائے گا یا جلدی ٹھیک نہیں ہوگا تو اگر صرف اتنے حصہ کو چھوڑ کر باقی جسم کا دھونا ممکن ہو تو پھر پورے حصہ کو دھونا (یعنی پورے جسم کا غسل کرنا) فرض ہے اتنے (زخمی) حصہ کو چھوڑ دینے کی اجازت ہے، اب اگر اس پر پٹی وغیرہ بندھی ہوئی ہے اور اس کے اوپر سے مسح وغیرہ کر کے کام چل سکتا ہو تو پھر اتنے حصہ پر مسح کر لینا چاہیئے، اور اگر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہے مثلاً زخم اتنا زیادہ ہے کہ ہاتھ لگانا یا پانی کا تھوڑا سا قطرہ لگنا بھی نقصان دہ ہے تو پھر یہ بھی معاف ہے، اور اگر غسل کرنا ہی ممکن نہیں ہے، مثلاً جس طرح بھی غسل کریں تو زخم والی جگہ میں پانی چلا جاتا ہو تو پھر غسل کی بجائے غسل کا تیمّم کیا جاسکتا ہے، اور غسل اور وضو کے تیمّم میں فرق صرف یہ ہے کہ غسل کے تیمّم میں غسل کی نیت کی جاتی ہے اور وضو کے تیمّم میں وضو کی نیت کی جاتی ہے، باقی جس طرح سے وضو کے تیمّم کا طریقہ ہے، اسی طرح سے غسل کے تیمّم کا بھی طریقہ ہے۔ اب جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ چھاتی زخمی ہے تو میرے خیال میں چھاتی سے نیچے نیچے والے حصہ کو دھونے میں کوئی نقصان والی بات نہیں ہے، کیونکہ چھاتی سے نیچے والے حصہ پر پانی بہانا اور دھونا ممکن ہے، اور رہا سر تو سر کو جھکا کر دھویا جاسکتا ہے، اسی طرح ہاتھوں کو بھی الگ الگ کر کے دھویا جاسکتا ہے، اور پیٹھ پر بھی احتیاط سے پانی ڈال کر کے دھویا جاسکتا ہے، رہا وہ

---

[۱] واخرجه الطبرانی عن سعید بن جنادة قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ زوجنی فی الجنة مریم بنت عمران وامرأة فرعون واخت موسیٰ (الدرالمنثور، سورة تحریم آیت ۱۱، تفسیر بقاعی)

حصہ جو زخمی ہے تو اس پر اگر پٹی بندھی ہوئی ہے یا پلستر چڑھا ہوا ہے یا زخم اتنا زیادہ نہیں ہے کہ اس پر ہاتھ بھگو کر مسح کرنا نقصان دہ ثابت ہوتا ہو تو پھر ان تمام صورتوں میں اس پر مسح کرلیا جائے، اور اگر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہوتا ہو تو پھر مسح بھی معاف ہے، تو اس طرح وہ اتنے حصہ کو چھوڑ کر اور باقی حصے کو دھو کر اور اگر ممکن ہو تو اس حصے پر مسح کرکے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس حصہ کو ویسے ہی چھوڑ کر غسل ہو جائے گا اور اس سے نماز پڑھنا تلاوت کرنا اور تمام چیزیں اسی طرح سے جائز ہو جائیں گی جس طرح سے پورا جسم دھو کر، غسل کرکے جائز ہوتیں، کیونکہ یاد رکھیئے! جب کوئی معذور ہوتا ہے، یا مجبور ہوتا ہے اور شریعت اس سے کوئی چیز معاف کر دیتی ہے تو اس کو نہ کرکے بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ معذور نہ ہونے کی صورت میں اس کام کو کرکے ثواب ملتا، جیسے مثلاً کوئی معذور ہو اور اس کو پانی نقصان دہ ہو وضو اور غسل نہ کرسکتا ہو تو اب شریعت اسے تیمّم کی اجازت دیتی ہے، تو اس کو تیمّم کرکے نماز پڑھنے کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا کہ وضو اور غسل کرکے نماز پڑھنے پر اسے ثواب ملتا، کیونکہ اب شریعت نے اس کے حق میں تیمّم کا وہی درجہ ٹھہرا دیا ہے جو وضو یا غسل کا ٹھہرایا تھا، اس وجہ سے اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''احکام المعذورین'' ص۹ و مابعدہٗ)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۹ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام''﴾

کی حقیقت کو قوم کے ذہن نشین فرمایا، کیونکہ سیاروں اور ستاروں کا بے بس ہونا اور بے اختیار ہونا اتنا واضح اور کھلا ہوا نہیں تھا جتنا خود ان ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کا بے بس اور بے اختیار ہونا، اس سے معلوم ہوا کہ عوام اگر کسی ایسی غلطی میں مبتلا ہوں جس کا غلطی اور گمراہ ہونا عام نظروں سے واضح نہ ہو تو عالم اور مبلغ کو چاہئے کہ تشدد کے بجائے ان شبہات کو دور کرنے کی حکیمانہ و دانشمندانہ تدبیر کرے۔

(۲)......حق اور حقیقت کے اظہار کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو یوں خطاب نہیں کیا کہ تم ایسا کرو، بلکہ اپنا حال بتلا دیا کہ میں تو ان طلوع وغروب کے چکر میں رہنے والی چیزوں کو معبود قرار نہیں دے سکتا، اس لئے میں نے اپنا رخ ایسی ہستی کی طرف کرلیا ہے جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والی اور پالنے والی ہے، مقصد تو یہی تھا کہ تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے، مگر حکیمانہ انداز میں صریح خطاب سے پرہیز فرمایا، تاکہ وہ ضد پر نہ اتر آئیں، اس سے معلوم ہوا کہ مصلح اور مبلغ کا صرف یہ کام نہیں کہ حق بات کو جس طرح چاہے کہہ ڈالے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ ایسے انداز سے کہے جو لوگوں کے لئے مؤثر ہو (جاری ہے)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عجیب اندازِ تبلیغ سے قوم کا حیران وپریشان ہونا

اب قوم کے لوگ بڑے حیران وپریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے تمام ہتھیار بےکار اور ہمارے تمام دلائل پامال کردیئے، اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مضبوط ومحکم دلائل کا کس طرح رد کریں اور اس کی روشن دلیل کا کس طرح جواب دیں؟ وہ ان کے دلائل کا جواب دینے سے بالکل عاجز تھے، اور جب ان کا کوئی بس نہ چلا تو قائل ہونے اور حق بات کو قبول کرنے کے بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لڑنے جھگڑنے لگے اور ان کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرانے لگے کہ وہ اپنی توہین کا تم سے ضرور انتقام لیں گے، اور تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اور اپنے بتوں سے مجھ کو ڈراتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صحیح راہ دکھادی ہے، اور تمہارے پاس گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں، مجھے تمہارے بتوں کی کچھ بھی پروا نہیں، جو میرا رب چاہے گا وہی ہوگا، تمہارے بت کچھ بھی نہیں کرسکتے، کیا تم کو ان باتوں سے نصیحت حاصل نہیں ہوتی، تم کو تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے کوئی خوف نہیں آتا، جس کے لئے تمہارے پاس کوئی ایک دلیل بھی نہیں ہے، اور تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں ایک اللہ کو ماننے والا تمہارے بتوں سے ڈر جاؤں گا، کاش کہ تم لوگ سمجھتے کہ مفسد وگمراہ کون ہے اور مصلح وہدایت یافتہ کون ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کے ساتھ اس ساری گفتگو کو سورۃ الانعام میں اس طرح سے بیان کیا ہے:

وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ(۷۵) فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا. قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ. فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ

Idara Ghufran

اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ(۷۶) فَلَمَّا رَاَالْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ. فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ(۷۷) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ. فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ(۷۸) اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ(۷۹) وَحَآجَّہٗ قَوْمُہٗ. قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰنِ. وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا. وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا. اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ(۸۰) وَ کَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَکْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّکُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا. فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ. اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۸۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ(۸۲) وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰھَآ اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ. نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ. اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ(سورہ الانعام۸۳)

ترجمہ: اوراسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو آسمانوں اورزمینوں کے عجائبات،تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہوجائے، پھرجب اندھیرا کرلیااس پررات نے دیکھاایک ستارہ بولا یہ ہے میرارب، پھرجب وہ غائب ہوگیا توبولا میں پسندنہیں کرتاغائب ہوجانے والوں کو، پھرجب دیکھا چاند چمکتاہوا بولا یہ ہے رب میرا، پھرجب وہ غائب ہوگیا بولا اگرنہ ہدایت کرے گا مجھ کورب میراتو بے شک ہوجاؤں گا گمراہ لوگوں میں، پھرجب دیکھا سورج چمکتاہوابولایہ رب میرا، یہ سب سے بڑاہے، پھرجب وہ غائب ہوگیابولا اے میری قوم میں بیزارہوں ان سے جن کوتم شریک کرتے ہو، میں نے متوجہ کرلیااپنامنہ اسی ہستی کی طرف جس نے بنائے آسمان اورزمین،سب سے یکسو ہوکر،اورمیں نہیں ہوں شرک کرنے والا، اور اس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے جھگڑا کیااس کی قوم نے، بولا (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کیاتم مجھ سے جھگڑا کرتے ہواللہ کے ایک ہونے میں حالانکہ اس نے مجھے راہِ حق دکھادی ہے،اورمیں ڈرتانہیں ہوں ان سے جن کوتم شریک کرتے ہواس کامگریہ کہ میرارب ہی کوئی تکلیف پہنچاناچاہے،میراپروردگاراپنے علم سے تمام چیزوں کااحاطہ کئے ہوئے،پھرکیاتم نصیحت نہیں پکڑتے،اورمیں کیونکرڈروں تمہارے شریکوں سے اورتم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہواللہ کاان کوجس کی نہیں اتاری اس نے تم پرکوئی دلیل،اب دونوں فریقوں میں سے کس کی راہ امن والی ہوئی،اگرعلم وبصیرت رکھتے ہو،اوریہ ہماری دلیل ہے

جو دی ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں، درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں، تیرا رب حکمت والا ہے، جاننے والا ہے۔

اس حکیمانہ اور بصیرت آمیز مناظرہ کے واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیغمبرانہ حکمت وموعظت سے کام لے کر یکبارگی ان کی ستارہ پرستی کو غلط یا گمراہی نہیں فرمایا، بلکہ ایسا انداز قائم کیا جس سے ہر ذی عقل انسان کا دل ودماغ خود متاثر ہو کر حقیقت کو پہچان لے، یا بت پرستی کے خلاف بات کرنے میں شروع ہی سے شدت اختیار فرمائی، اور اپنے باپ اور پوری قوم کا گمراہی پر ہونا صاف طور پر بیان کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بت پرستی کا نامعقول گمراہی ہونا بالکل واضح اور کھلا ہوا تھا، بخلاف ستارہ پرستی کے کہ اس کی گمراہی اتنی واضح اور کھلی ہوئی نہیں تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ استدلال

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے استدلال کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز میں تبدیلی آتی ہو اور اس کے حالات اَدلتے بَدلتے رہتے ہوں اور وہ اپنی حرکات وسکنات میں دوسرے کے تابع ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اس کو اپنا رب قرار دیں۔

اس استدلال میں سیاروں کے طلوع غروب اور درمیانی تمام حالات سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی حرکات میں خود مختار نہیں، کسی کے حکم کے تابع ایک خاص روِش پر چل رہے ہیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام حالات وکیفیات میں سے استدلال کے لئے غروب ہونے کو پیش کیا، کیونکہ ان کا غروب عوام کی نظروں میں ایک طرح سے ان کا زوال سمجھا جاتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کا عام طرزِ استدلال وہ ہوتا ہے جو عوام کے ذہنوں پر اثر انداز ہو، وہ فلسفیانہ حقائق کے پیچھے زیادہ نہیں پڑتے، بلکہ عام ذہنوں کے مطابق خطاب فرماتے ہیں۔ اس لئے ان سیاروں کی بے بسی اور بے اثری ثابت ہونے کے لئے ان کے غروب ہونے کو پیش کیا، ورنہ ان کے بے بس اور بے قدرت ہونے پر تو طلوع سے بھی استدلال کیا جاسکتا تھا، اس کے بعد غروب سے پہلے تک جتنی تبدیلیاں ان میں ہوتی رہتی ہیں ان سے بھی اس پر دلیل پکڑی جاسکتی تھی۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرستی کی تھی؟

اس بارہ میں سب علماء اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی ستارہ پرستی نہیں کی تھی،

اوران کی ساری زندگی شرک کی گندگی سے پاک رہی تھی، انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد شرک سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ جو گفتگو کی، یہ ساری گفتگو قوم کو ستارہ پرستی کے رد میں ان کو لاجواب کرنے کے لئے تھی، اس لئے کہ جب دوفریقوں کا کسی بات میں آپس میں اختلاف ہوتا ہے تو حق کو ثابت کرنے کے لئے مناظرانہ دلائل میں سے دلیل کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے صرف نظریوں سے کام نہ لیا جائے بلکہ مشاہدہ اور معائنہ کی ایسی راہ اختیار کی جائے کہ مخالف اس کے دعویٰ کے مقابلہ میں لاجواب ہوجائے، اوراس کی دلیل کے رد کرنے کی تمام راہیں اس کے سامنے بند ہوجائیں، اب اگر کسی کی طبیعت میں سلامتی ہو اوراس کے دل میں حق قبول کرنے کی گنجائش ہو تو وہ اس کو قبول کر لیتا ہے، ورنہ بغیر کسی دلیل کے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اس طرح سے حق اور باطل میں امتیاز ہوجاتا ہے اوراصلی اور حقیقی بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر تھے ان کی تبلیغ کا مشن منطقی دلیلوں پر قائم نہ تھا بلکہ حقیقت کو فطری دلائل کی سادگی کے ساتھ واضح کرنا ان کا امتیازی وصف تھا، اس لئے انہوں نے یہی راستہ اختیار کیا اور قوم پر واضح کردیا کہ ستارے خواہ چاند وسورج ہی کیوں نہ ہوں رب کہلانے کے قابل نہیں، بلکہ رب ہونا اسی ذات کے لائق ہے جو رب العالمین ہے، اورآسمان، زمین، اعلیٰ وادنیٰ ہر قسم کی مخلوق کا خالق ومالک ہے، اور چونکہ قوم کے پاس اس بہترین دلیل کا کوئی جواب نہ تھا، اس لئے وہ زچ ہو کر امرِ حق کو قبول کرنے کے بجائے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہوگئی، مگر ان کے ضمیر کو ماننا پڑا کہ یہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے اور ہمارے پاس اس کا کوئی صحیح جواب نہیں ہے، یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد تھا، اوران کی ادائیگی فرض کی حد یہیں تک تھی، کیونکہ دل چیر کر حق کو اس میں اتار دینا ان کے بس میں نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو میں مبلغینِ اسلام کے لئے چند ہدایات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مذکورہ واقعہ سے تبلیغ کرنے والوں کے لئے چند ہدایات معلوم ہوئیں۔

(۱)......قوموں کی تبلیغ واصلاح میں نہ ہر جگہ سختی مناسب ہے نہ ہر جگہ نرمی، بلکہ ہرایک کا ایک موقع اور ایک حد ہے، چنانچہ بت پرستی کے معاملہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں، کیونکہ اس کی گمراہی مشاہدہ میں آنے والی چیز ہے اور ستارہ پرستی میں ایسے سخت الفاظ استعمال نہیں فرمائے بلکہ ایک خاص تدبیر سے معاملہ ﴿بقیہ صفحہ ۹۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

امرود (GUAVA)

امرود برصغیر پاک وہند میں سب سے زیادہ پیدا ہونے والا پھل ہے اس کی کافی اقسام ہیں، مگر سفید رنگ والا اور آدھا گلابی آدھا سفید امرود سب سے اچھا اور خوش ذائقہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سرخ امرود جو کہ کاٹنے پر اندر سے سرخ نکلتا ہے بھی ہمارے یہاں پایا جاتا ہے............ ہندوستان میں الٰہ آباد کا امرود بہت مشہور ہے۔ اور بیچنے والے الٰہ آباد کے پیڑے امرود کہ کر آواز لگا رہے ہوتے ہیں خواہ وہ امرود کہیں کا بھی ہو۔ امرود بہت مفید پھل ہے۔ ہر گھر میں بہت شوق سے کھایا جاتا ہے۔ پختہ امرود ذائقہ میں لذیذ اور شیریں ہوتا ہے سندھی زبان میں امرود کو، جاپھل، بنگالی میں، پیارا، مراٹھی میں، پیرو، اور عربی زبان میں جَوَّافَۃٌ، کُمَّثْرٰی کہتے ہیں۔ جب کہ اس کا انگریزی نام گواوا (GUAVA) ہے۔

مزاج: اطبا کے نزدیک امرود کا مزاج گرم اول۔ تر اول ہے۔

خواص: گلوکوز، فولاد، وٹامن، اے، وٹامن، سی، کیلسیم، فاسفورس، اس کے اجزا میں پائے جاتے ہیں۔ امرود توانائی بخشتا ہے۔ پیاس کو مٹاتا ہے۔ اور طبیعت میں فرحت لاتا ہے۔ دل کے امراض میں بہت مفید بتایا جاتا ہے۔ خفقان کو دور کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے، اس لئے پھوڑے پھنسیوں کی شکایت میں اس کا استعمال مفید ہے۔ خوراک کو ہضم کرتا ہے، آنتوں کو صاف کرتا ہے اور قبض کے لئے تو ایک لا جواب دوا ہے۔ قبض خواہ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو اس کو کھولتا ہے، اور اجابت لاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قبض ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ اس لئے قبض کے مریضوں کو جو دوائیں کھا کھا کر عادت بنا چکے ہوں، امرود استعمال کرنا چاہیئے۔ گیس اور ریاح کو خارج کرتا ہے، معدے کی تیزابیت کو ختم کرتا ہے، جن لوگوں کو کھانا کھانے کے بعد معدے میں جلن کی شکایت رہتی ہو ان کو امرود کے کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ تبخیر معدہ کی شکایت تو آج کل عام ہے، جسے دیکھو گیس کی شکایت میں مبتلا ہے، حالانکہ یہ مرض سستی کاہلی اور زیادہ بیٹھے رہنے اور نقل وحرکت نہ کرنے سے ہوتا ہے۔ امرود نظام ہضم وجگر کی اصلاح کرتا ہے۔ معدے کی تمام بیماریوں میں مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے ختم کرتا ہے۔ امرود کو لیموں، نمک اور سیاہ مرچ شامل کر کے استعما

ل کرنے سے اس کی طاقت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔اس لئے امرود کو لیموں، نمک، سیاہ مرچ چھڑک کر استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاہے۔ بواسیر میں بھی امرود بہت مفید ہے،اس کے استعمال سے مسوں کی جلن کم ہوتی ہے۔اس لئے بواسیر کے مریضوں کو امرود استعمال کرنا چاہئے۔امرود دماغ کے اعصاب کو طاقت پہنچاتا ہے،اس لئے ذہنی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے ،فضول کی گرمی دور کرنے کے لئے،قوت برداشت میں اضافہ کے لئے اور مالیخولیا، پاگل پن کے لئے بھی مفید ہے۔اسی طرح امرود بھنگ ،افیون، چرس، وغیرہ کے نشہ کو دور کرتا ہے۔ان نشوں سے جمع شدہ زہر بھی امرود کھانے سے دور ہوجاتے ہیں۔جن عورتوں کو حیض وقت پر نہ ہوتے ہوں وہ امرود کھایا کریں،امرود حیض کی بے قاعدگی کو ختم کرتا ہے۔اور نکسیر کو روکتا ہے،جن لوگوں کو گرمیوں میں نکسیر آنے کی شکایت ہووہ امرود کا استعمال کریں۔کچا امرود آگ میں بھون کر نمک چھڑک کر کھانے سے کھانسی کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔ کچا امرود استعمال نہیں کرنا چاہئے اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوسکتا ہے۔موسم برسات میں امرود کے ساتھ نمک، سیاہ مرچ کا ساتھ استعمال ضرور رکھا جائے۔کسی بھی پھل کے بعد پانی کا استعمال کیا جائے تو قے اور دست کی شکایت ہوسکتی ہے۔اس لئے پانی امرود کھانے کے کچھ دیر بعد استعمال کرنا چاہئے۔امرود کے پتے زخموں اور دستوں کو فائدہ دیتے ہیں۔پھٹکری اور امرود کے پتے پانی میں پکا کر نیم گرم جوشاندے سے غرارے کرنے سے دانتوں سے خون آنے کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔

نزلہ زکام اور کھانسی کے لئے: امرود اور شہتوت و لہسوڑے کے دس دس تازہ پتے لے کر تھوڑا گیہوں کا چوکر اور نمک شامل کر کے دو کپ پانی میں ہلکی آنچ پر دیگچی کو ڈھک کر پکنے رکھ دیں، جب آدھا پانی رہ جائے تو چھان کر مریض کو بطور جوشاندہ صبح، شام پلائیں۔نزلہ، گلے خراب ہونے اور کھانسی، بخار میں مفید ہے۔

ضعفِ معدہ کے لئے: امرود خام 1 کلو چینی 750 گرام۔امرود کو پانی میں اتنا پکائیں کہ امرود بالکل گل جائیں۔امرود اور بچا ہوا پانی باریک کپڑے میں لے کر خوب نچوڑ لیں۔پھر اس میں چینی ملا کر شربت تیار کر لیں۔ہاضمہ درست کرتا ہے اور ضعفِ معدہ کو دور کرتا ہے۔

سر چکرانا: امرود کے تازہ پتے 12 گرام لے کر نمک 5 گرام ملا کر دونوں کو جوش دے کر چھان لیں۔ خالی پیٹ دن میں دو یا تین مرتبہ مریض کو استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے۔منہ آنے کی بیماری میں بھی اسی جوشاندہ سے کلیاں کرانے سے آرام ہوجاتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۳۰/ذیقعدہ و ۷/۱۴/۲۱ ذی الحجہ کو تینوں مسجدوں میں حسبِ معمول قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔ جمعہ ۲۳/ذیقعدہ و ۷/۲۱/ذی الحجہ بعد مغرب فقہی نشستیں منعقد ہوئیں۔ ۷/ذی الحجہ کی نشست محدود اور ارکان شوریٰ کی خصوصی مشاورتی نشست تھی۔ ۲۱/ذی الحجہ کی نشست میں ماہرِ فلکیات حضرت شبیر احمد کاکاخیل صاحب تشریف لائے، یہ مجلس رؤیتِ ہلال کے مسئلہ پر خصوصی مذاکرہ کی نشست تھی۔

□......اتوار ۲۵/ذیقعدہ ۲/۲۳/ذی الحجہ بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات اور ہفتہ وار بزم ادب برائے طلباء کرام حسب معمول منعقد ہوتی رہیں۔ درمیان میں تعطیلات کے دنوں میں موقوف رہیں۔ ہفتہ وار بزم ادب کو زیادہ وسیع اور مفید بنانے اور طلبہ کرام کی بعض مصالح کی رعایت کرتے ہوئے جمعرات کی بجائے اتوار کو بعد ظہر رکھ دی گئی۔ اس سلسلہ کی پہلی مجلس اتوار ۲۵ ذیقعدہ کو ہوئی۔

□......اتوار ۲۵/ذیقعدہ کو چوہدری عدنان صاحب (رابطہ کار لال حویلی) علاقہ کے سابق کونسلر ملک امانت صاحب کی معیت میں ایک ضرورت سے ادارہ آئے اور حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی۔

□......اتوار ۲/ذی الحجہ کو جناب انیس احمد حنیف صاحب کے والد بزرگوار جناب حنیف مرزا صاحب کا انتقال پر ملال ہوا۔ موصوف کچھ عرصہ سے کافی علیل تھے۔ نماز جنازہ جناب انیس صاحب نے خود پڑھائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

□......منگل ۴/ذی الحجہ سے ادارہ کے تحت ہونے والی اجتماعی قربانیوں کے لئے قربانی کے جانوروں کی خریداری کے سلسلہ میں کھاریاں کی منڈی سے ۲۵/قربانی کے جانوروں پر مشتمل پہلی لاٹ خریدی گئی، خریداری کا یہ سلسلہ عید تک بتدریج چلتا رہا۔ کل ۴۵ قربانیاں ذبح ہوئیں، ادارہ کی طرف سے گوشت ڈالنے کے لئے خصوصی بیگ بنائے گئے تھے جن پر حصہ دار کا نام، پتہ، جانور نمبر، حصہ نمبر سب درج تھے اور حصہ داروں سے مسلسل فون کے ذریعہ رابطہ رکھا گیا۔ گوشت تیار ہونے پر بروقت حصہ دار آ کر گوشت لے جاتے رہے۔ اجتماعی قربانیوں کے نظم کو زیادہ سے زیادہ منظّم اور مرتب بنانے کے لئے گذشتہ سالوں سے بڑھ کر امسال کئی اقدامات اٹھائے گئے جو مفید رہے، حضرت مدیر دامت برکاتہم حسبِ سابق اس پورے عرصہ میں جانوروں کی خریداری سے لے کر قربانی ہوجانے اور گوشت تقسیم ہونے تک پوری تندہی سے صبح سے رات گئے تک نگہداشت اور نگرانی میں مصروف رہے اور شرعی وانتظامی سب امور کو پورے نظم سے آگے بڑھاتے رہے۔

□...... بدھ ۲۸/ذیقعدہ و ۵/ذی الحجہ بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا۔

□......جمعرات ۶/ذی الحجہ کو بعد ظہر ادارہ کے تمام تعلیمی شعبوں میں ۱۰ دن کی تعطیلات کا اعلان ہوا، ہفتہ ۸/ذی الحجہ تا ۱۷/ذی الحجہ۔ □......منگل ۱۸/ذی الحجہ کو تعلیمی مشاغل دوبارہ شروع ہوئے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ **12 دسمبر**: اسلام آباد: کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ نہیں، پاکستان ✍ **13 دسمبر**: پاکستان: ملک میں پانی کی کمی نہیں ہونے دیں گے، کالاباغ سمیت تمام ڈیم بنیں گے، صدر پرویز مشرف ✍ **14 دسمبر**: پاکستان: ناروے (Norway) نے پاکستان کے ذمہ دو کروڑ ڈالر (20 Million Dollars) قرضہ معاف کر دیا، دونوں ممالک کا اقتصادی تعاون (Economic cooperation) بڑھانے پر اتفاق ✍ **15 دسمبر**: پاکستان: سپریم کورٹ نے دیت قوانین آئینی قرار دیدیئے غریب قیدیوں کے لئے نرم قرضوں کے لئے اجراء کی ہدایت ✍ **16 دسمبر**: پاکستان: سپریم کورٹ نے حسبہ بل کیخلاف حکم امتناعی جاری کر دیا ✍ **17 دسمبر**: پاکستان: ڈیرہ غازی خان شادی کی تقریب میں خوفناک آتشزدگی بھگدڑ دلہن سمیت 21 جان بحق 35 زخمی ✍ **18 دسمبر**: پاکستان اپوزیشن انتخابات کے ذریعے تبدیلی پر متفق ہوگئی: ✍ **19 دسمبر**: پاکستان: تھانہ بھون جنونی ہندوؤں نے حکیم الامت سمیت خانوادہ تھانوی کی قبریں مسمار کر دیں مسلمانوں میں شدید غم و غصہ انتہاپسند ہندو تنظیم آر ایس ایس کے غنڈوں کے ہاتھوں یہ سانحہ ہفتے کی شب پیش آیا مقامی مسلم قائدین اور سماج وادی پارٹی کے رہنماؤں نے بمشکل حالات پر قابو پایا ✍ وفاق المدارس نے بیرون ملک قائم مدارس کا الحاق شروع کر دیا۔ عرب افریقہ یورپ سمیت کئی ممالک سے درخواستیں وصول۔ مدینہ منورہ میں قائم مدرسہ کے الحاق سے کام کا آغاز کر دیا الحاق سے قبل تین رکنی کمیٹی متعلقہ ممالک جا کر جائزہ لے گی ✍ **20 دسمبر**: پاکستان: غزہ میں الفتح اور حماس کے درمیان جھڑپیں 6 افراد مارے گئے ✍ **21 دسمبر**: پاکستان: بھارت 22 دسمبر کو ساٹھ پاکستانی قیدیوں کو رہا کرے گا۔ پاکستان کی جانب سے چارسو سے زائد بھارتی قیدیوں کی رہائی متوقع فیصلہ گزشتہ ماہ خارجہ سیکرٹریز ملاقات میں کیا گیا ✍ **22 دسمبر**: پاکستان: نواز شریف بینظیر کے الیکشن لڑنے میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ یورپی یونین ✍ **23 دسمبر**: (اخبار ندارد) ✍ **24 دسمبر**: پاکستان: پانچ ڈیمز تعمیر کرنے کا فیصلہ کر لیا کالاباغ ڈیم ہرصورت بنایا جائیگا شوکت عزیز ✍ **25 دسمبر**: ایران: فروری میں عظیم ایٹمی جشن منائیں گے مغربی دُنیا جوہری ایران کیساتھ جینا سیکھ لے ایرانی صدر ✍ **26 دسمبر**: تعطیلاتِ اخبارات ✍ **27 دسمبر**: پاکستان: افغان سرحد پر بارودی سرنگیں اور باڑ لگائینگے پاکستان ✍ **28 دسمبر**: پاکستان: شوکت عزیز ہی وزارت عظمیٰ کیلئے (ق) لیگ کے امیدوار ہونگے انتخابات 15 جنوری 2008ء کو ہونگے، طارق عظیم وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات ✍ **29 دسمبر**: افغانستان: سرنگیں اور باڑ مسئلے کا حل نہیں پاکستان دہشتگردی کے تربیتی کیمپ

بند کرے، کرزئی **30 دسمبر:** سعودی عرب: ملت کے اندر سودے باز پیدا ہوچکے ہیں روشن خیالی کے نعرے اسلام کے خلاف ہیں، امام حج آج اسلام سخت ترین حالات سے دوچار ہے دشمن ہماری زندگیوں سے دین نکالنا چاہتا ہے کہ مسلمان اپنی شناخت کھودیں اور انہیں احساس تک نہ رہے کہ وہ کون ہیں؟ امت کے رہنماء سازشوں سے ملت کو آگاہ کریں **31 دسمبر:** عراق: موت سے آنکھیں ملانا چاہتا ہوں سابق صدر کا ماسک پہننے سے انکار کلمہ پڑھنے کے بعد عراق تاابد قائم رہے اور فلسطین عربوں کا ہے کی صدا بلند کی عید کے دن صدام کو پھانسی نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے سابق صدر کو مقامی وقت کے مطابق صبح ساڑھے پانچ بجے فجر کی اذانوں کی گونج میں پھانسی دی گئی صدام حسین ہاتھ میں قرآن مجید لئے تختہ دار تک آئے عراقی وزیراعظم کا نمائندہ اور سنی عالم دین موقع پر موجود رہے صدام کے سوتیلے بھائی اور سابق چیف جسٹس کو عید کے بعد پھانسی دی جائے گی کٹھ پتلی عراقی حکومت نے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عید کے روز صدام حسین کو پھانسی دی صدام کو پھانسی سعودی عرب سمیت مختلف ممالک کی طرف سے شدید مذمت پاکستان بھارت میں مظاہرے فلسطین لیبیا میں سوگ کا اعلان امریکا ایران اسرائیل کا خیر مقدم **یکم جنوری 2007ء 12 ذی الحجہ 1427ھ، بروز عید الاضحیٰ:** پاکستان: کفار کیلئے خوف کی علامت صدام رات کے اندھیرے میں دفن کرفیو کے باوجود عراق میں احتجاجی مظاہرے **2 جنوری:** **3 جنوری:** پاکستان (تعطیل اخبارات): **4 جنوری:** پاکستان: صدام کے بھائی اور سابق چیف جسٹس کو آج پھانسی متنازعہ نعرے بازی کیخلاف دینا بھر میں شدید ردعمل ہزاروں افراد کے احتجاجی مظاہرے **5 جنوری:** پاکستان: اسامہ کو امریکہ کے حوالے کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوئے مذاکرات نہیں جہاد جاری رہیگا ملا محمد عمر مجاہد **6 جنوری:** پاکستان: امریکی فوجیوں کی زندگی کیلئے عراق جنگ بند کی جائے سپیکر ایوان نمائندگان اور سینیٹ میں قائد ایوان کا بش کو خط **7 جنوری:** امریکہ: ری پبلکن (Republican) نے بھی بش کی عراق پالیسی (Policy) مسترد کردی، مزید فوج نہ بھیجنے کا مطالبہ **8 جنوری:** پاکستان: عراق 6 امریکی و برطانوی فوجیوں سمیت 20 ہلاک پاکستان: سردی کی شدید لہر 18 جاں بحق سوئی گیس (Sui Gas) پریشر انتہائی کم **9 جنوری:** پاکستان: سرحد پر باڑ لگانا درست نہیں اقوام متحدہ کینیڈا، ہمارا داخلی معاملہ ہے پاکستان **10 جنوری:** پاکستان: حکومت نے خواتین کے حقوق سے متعلق بل موخر کردیئے 4 نئے قوانین لائے جارہے ہیں 3 طلاقوں سے متعلق بل پیش کرنے کا عمل موخر کردیا گیا **11 جنوری:** امریکہ: مزید ساڑھے 21 ہزار امریکی فوجی بغداد بھیجے جائینگے بش نے نئی عراق پالیسی کا اعلان کردیا **12 جنوری:** پاکستان: محرم کے دوران لاؤڈ سپیکر پر پابندی عائد فرقہ واریت کے نام پر قائم مسجدیں ختم کرینگے صدر پرویز مشرف

﴿بقیہ صفحہ ۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۰۴ ''اخبارِ عالم''﴾

13 جنوری: لاہور: ایڈیشنل ایڈووکیٹ جرنل پنجاب سمیت 7 افراد مخالفین کے ہاتھوں قتل جوابی فائرنگ سے 2 حملہ آور بھی مارے گئے **14 جنوری:** اسلام آباد: پاکستان اور بھارت کا ایٹمی حادثات سے بچاؤ کے معاہدے پر اتفاق **15 جنوری:** پاکستان: میراتھن کے بعد بسنت منائیں گے انتہاء پسند جان لیں اب ان کی نہیں چلے گی، صدر پرویز مشرف **16 جنوری:** پاکستان: پٹرول 4 ڈیزل 1 روپیہ فی لٹر سستا ہوگیا اطلاق آج سے ہوگا عراق: صدام کے سوتیلے بھائی اور سابق چیف جج کو پھانسی، برزان التکریتی کا سرتن سے جدا ہوگیا **17 جنوری:** پاکستان: جنوبی وزیرستان میں سکورٹی فورسز کا آپریشن، 8 افراد مارے گئے،

By Mufti Muhammad Rizwan - Translated By Abrar Hussain Satti

The Beginning of New IslamicYear and Our Condition

Islamic Calendar year gets off the ground with the month of Muharram .By this way Muharram is the first month of Islamic calendar year. With the beginning of this moth the Islamic calendar changes and with starting this month Islamic calendar increases one figure.

This year Islamic calendar changed from 1427 A.H to 1428 A.H by starting this month. This month brings happiness for Muslims and Islamic world.

As we look that the people of other religions and nations celebrate the beginnings of their calendar years with enjoyment for live example we can look the celebrations of "The Happy New Year" and "New Year Nights"etc.

Although Islam declares it forbidden to imitate, act upon the ways or coping of other nations and religions.

Even the functions and celebrations of Muslims and non Muslims are have a large difference between each other.

However it is allowed in Islam to celebrate happiness, and joys. However

there are some sanctions for celebrating of these things in Islam, which demand that Muslims should be grateful to Allah in the beginning of new Islamic year that He has granted them with life until this New Year. They also should observe their deeds and do accountability, if God blessed them with virtues in previous year then they should thankful to Allah Jalla Shanoho by offering the prayers of gratitude (shukar) and should pray from Allah to give them more chances of virtues and they should determine for going forward.

And if they committed some sins or bad deeds in previous year by indulging the cheating of desires and Satan then they should apart from these bad deeds at once and should repent on these sins and beg pardon from Allah and should avoid from these things not only in coming year but throughout their life.

However they should avoid from bad customs, prodigy and imitating of other nations.

ترتیب و پیشکش — ابو بریرۃ

ماہنامہ التبلیغ جلد نمبر 3 کی اجمالی فہرست

﴿اداریہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
پُرتشدد مظاہرے، ہڑتالیں اور بائیکاٹ	مفتی محمد رضوان	شمارہ ۱ص ۳
بسنت قابلِ توجہ پہلو	// //	شمارہ ۲ص ۳
دین میں رائے زنی کرنے کا خطرناک مرض	// //	شمارہ ۳ص ۳
موجودہ حالات میں کیا کریں؟	// //	شمارہ ۴ص ۳
اپنے آپ کو اخباری دنیا کے حوالہ نہ کیجئے	// //	شمارہ ۵ص ۳
احکامِ الٰہی وحدودِ الٰہی پر زبان درازی	// //	شمارہ ۶ص ۳
بجلی کی پیداوار کی قلت یا استعمال کی کثرت/آتش بازی کا مظاہرہ یا مقابلہ	// //	شمارہ ۷ص ۳
رمضان کی آمد پر ایک المناک سانحہ کی یادگار	// //	شمارہ ۸ص ۳
عورت اور دولت	// //	شمارہ ۹ص ۳
مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے بارے میں چند وضاحتیں	// //	شمارہ ۱۰ص ۳
کیا ہمارے ملک کے قوانین قرآن وسنہ سے متصادم ہیں؟	// //	شمارہ ۱۱ص ۳
مذہبی ہم آہنگی اور انتہا پسندی	// //	شمارہ ۱۲ص ۳

﴿درسِ قرآن﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
(سورہ بقرہ قسط ۱۷، آیت نمبر ۲۱، ۲۲) توحید وعبادت کی تعلیم	مفتی محمد رضوان	شمارہ ۱ص ۹
(سورہ بقرہ قسط ۱۸، آیت نمبر ۲۱، ۲۲) توحید کا عقیدہ انقلابی نظریہ	// //	شمارہ ۲ص ۶
(سورہ بقرہ قسط ۱۹، آیت نمبر ۲۳، ۲۴) نبوت ورسالت کا اثبات	// //	شمارہ ۳ص ۶
(سورہ بقرہ قسط ۲۰، آیت نمبر ۲۵) مؤمنینِ صالحین کے لئے خوشخبری	// //	شمارہ ۴ص ۱۱
(سورہ بقرہ قسط ۲۱، آیت نمبر ۲۶، ۲۷) قرآن مجید میں مچھر جیسی حقیر مثالوں پر شبہ کا جواب	// //	شمارہ ۵ص ۸

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ قسط۲۲، آیت نمبر۲۸، ۲۹) انعاماتِ الٰہی اورزمین وآسمان کی پیدائش	مفتی محمد رضوان	شمارہ۶ص ۸
(سورہ بقرہ قسط۲۳، آیت نمبر۳۰) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش وخلافت	// //	شمارہ۷ص ۸
(سورہ بقرہ قسط۲۴، آیت نمبر۳۱ تا۳۳) حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فوقیت	// //	شمارہ۸ص ۶
(سورہ بقرہ قسط۲۵، آیت نمبر۳۴) آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کا حکم اورشیطان کاانکار	// //	شمارہ۹ص ۱۱
(سورہ بقرہ قسط۲۶، آیت نمبر۳۵، ۳۶) حضرت آدم وحوّا کا جنت میں قیام وطعام	// //	شمارہ۱۰ص ۱۱
(سورہ بقرہ قسط۲۷، آیت نمبر۳۶) حضرت آدم وحوّاکوشیطان کابہکانا	// //	شمارہ۱۱ص ۱۰
(سورہ بقرہ قسط۲۸، آیت نمبر۳۷ تا۳۹) حضرت آدم وحوّا کا زمین پر بھیجا جانا	// //	شمارہ۱۲ص ۹

﴿درسِ حدیث﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
استخارہ کی اہمیت وفضیلت اوراس کا طریقہ	مفتی محمد یونس	شمارہ۱ص ۱۶
مسجد کے آداب	// //	شمارہ۲ص ۹
مساجداوران کی صفائی وستھرائی کا اہتمام	// //	شمارہ۳ص ۱۲
نیک صحبت کی ضرورت واہمیت	// //	شمارہ۴ص ۱۵
اذان کے فضائل	// //	شمارہ۵ص ۱۴
مسلمانوں میں باہمی صلح کرادینے کی فضیلت	مولانا محمد ناصر	شمارہ۶ص ۱۳
صبح سویرے کام شروع کرنے کی برکات	// //	شمارہ۷ص ۱۳
دین کا علم حاصل کرنے کی فضیلت اورضرورت	// //	شمارہ۸ص ۱۰
بسم اللہ کی عظمت اورفضیلت	// //	شمارہ۹ص ۱۵
پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت	// //	شمارہ۱۰ص ۱۴
استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۱)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱۱ص ۱۴
استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۲)	// //	شمارہ۱۲ص ۱۵

Idara Ghufran

﴿مقالات ومضامین﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۷)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱ص۲۱
ماہِ صفر	// //	شمارہ۱ص۲۵
ربیعُ الاول کی رسمیں	// //	شمارہ۲ص۱۴
حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (آٹھویں وآخری قسط)	// //	شمارہ۲ص۲۲
حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ	// //	شمارہ۲ص۲۴
ملا محمد ایاز بن محمد نیاز خان صاحب	// //	شمارہ۲ص۲۸
ترکِ تقلید کا فتنہ	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۲ص۳۲
ماہِ ربیعُ الآخر	مفتی محمد رضوان	شمارہ۳ص۱۷
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۱)	// //	شمارہ۳ص۲۳
تقلید کی حقیقت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۳ص۲۹
بارش کی کمی کے حل کی تین حقیقی تدبیریں	مفتی محمد رضوان	شمارہ۴ص۱۷
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۲)	// //	شمارہ۴ص۲۲
تقلید کی حقیقت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۴ص۲۸
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۳)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۵ص۲۱
بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (قسط۱)	// //	شمارہ۵ص۲۴
تقلید کا ثبوت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۵ص۲۹
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۴)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۶ص۲۸
بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (قسط۲)	// //	شمارہ۶ص۳۳
تقلید کا ثبوت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۶ص۳۵
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۵)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۷ص۲۵
بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (قسط۳)	// //	شمارہ۷ص۳۰
تقلید کا ثبوت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۷ص۳۶
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۶)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۸ص۲۴
بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (چوتھی وآخری قسط)	// //	شمارہ۸ص۲۷

Idara Ghufran

تقلید کا ثبوت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۸ ص۳۰
ماہِ شوال	مفتی محمد رضوان	شمارہ۹ ص۲۰
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۷)	// //	شمارہ۹ ص۳۳
رمضان کی رحمتیں اور برکتیں	// //	شمارہ۹ ص۳۶
تقلید کا ثبوت	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۹ ص۴۲
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۸)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱۰ ص۲۶
عقل مندوں کا حج	// //	شمارہ۱۰ ص۳۰
تقلید کے مختلف درجات	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۱۰ ص۳۷
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۹)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱۱ ص۲۸
حج کی خصوصیات	// //	شمارہ۱۱ ص۳۲
تقلید کے مختلف درجات	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۱۱ ص۳۸
تھانہ بھون کے مزار کا حالیہ مُعمّہ	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱۲ ص۲۲
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۱۰)	// //	شمارہ۱۲ ص۲۴
عیدالاضحیٰ اور قربانی کا اہم سبق	// //	شمارہ۱۲ ص۳۰
تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات (قسط۱)	عبدالواحد قیصرانی	شمارہ۱۲ ص۳۸

﴿تاریخی معلومات﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ماہِ صفر: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	سعید افضل/طارق محمود	شمارہ۱ ص۲۸
ماہِ ربیع الاول: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۲ ص۱۶
ماہِ ربیع الثانی: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۳ ص۱۹
ماہ جمادی الاولیٰ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۴ ص۲۰
ماہ جمادی الثانیہ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۵ ص۱۹
ماہِ رجب: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	مولوی طارق محمود	شمارہ۶ ص۱۹
ماہِ شعبان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۷ ص۱۹
ماہِ رمضان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۸ ص۱۶
ماہِ شوال: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۹ ص۲۷

Idara Ghufran

ماہِ ذیقعدہ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	مولوی طارق محمود	شمارہ۱۰ص ۲۱
ماہِ ذی الحجہ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۱۱ص ۲۲
ماہِ محرم: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	// //	شمارہ۱۲ص ۲۰

﴿نبیوں کے سچے قصے﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۰)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۱ص ۳۲
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۱)	// //	شمارہ۲ص ۳۵
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۲)	// //	شمارہ۳ص ۳۳
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۳)	// //	شمارہ۴ص ۳۲
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۴)	// //	شمارہ۵ص ۳۳

﴿صحابہ کے سچے قصے﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
صحابیٔ رسول حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ	انیس احمد حنیف	شمارہ۱ص ۳۷
صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ	// //	شمارہ۲ص ۳۸
صحابیٔ رسول حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	// //	شمارہ۳ص ۳۷
صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (قسط۱)	// //	شمارہ۴ص ۳۵
صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (قسط۲)	// //	شمارہ۵ص ۳۸
صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (تیسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۶ص ۳۹
صحابیٔ رسول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	// //	شمارہ۷ص ۳۹
صحابیٔ رسول حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ	مفتی محمد امجد حسین	شمارہ۸ص ۳۳
صحابیٔ رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ	ابوجویریہ	شمارہ۹ص ۴۵
صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ	انیس احمد حنیف	شمارہ۱۰ص ۴۱
صحابیٔ رسول حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ (قسط۱)	// //	شمارہ۱۱ص ۴۰
صحابیٔ رسول حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۱۲ص ۴۰

﴿اصلاحِ معاملہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
آدابِ تجارت (قسط۱۰)	مفتی منظور احمد صاحب	شمارہ۱ص ۳۹

آدابِ تجارت (قسط۱۱)	مفتی منظور احمد صاحب	شمارہ۲ص۴۱
آدابِ تجارت (قسط۱۲)	// //	شمارہ۳ص۳۹
آدابِ تجارت (قسط۱۳)	// //	شمارہ۴ص۳۸
آدابِ تجارت (قسط۱۴)	// //	شمارہ۵ص۴۱
آدابِ تجارت (قسط۱۵)	// //	شمارہ۶ص۴۲
آدابِ تجارت (قسط۱۶)	// //	شمارہ۷ص۴۱
آدابِ تجارت (قسط۱۷)	// //	شمارہ۸ص۳۶
زکوٰۃ اور اموالِ تجارت	مفتی محمد امجد حسین	شمارہ۹ص۴۷
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۱)	// //	شمارہ۱۰ص۴۷
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۲)	// //	شمارہ۱۱ص۴۴
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۳)	// //	شمارہ۱۲ص۴۴

﴿سہل اور قیمتی نیکیاں﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
اللہ کے لئے محبت اور دوستی کرنا	مولوی محمد ناصر	شمارہ۱ص۴۴
مسلمان کی مدد کرنا	// //	شمارہ۲ص۴۲
درود شریف پڑھنے کی فضیلت	// //	شمارہ۳ص۴۳
جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت	// //	شمارہ۴ص۴۱
رشتہ داروں سے صلح رحمی کیجئے	// //	شمارہ۵ص۴۵

﴿آداب المعاشرت﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
مجلس و محفل کے آداب (قسط۱)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱ص۴۸
مجلس و محفل کے آداب (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۲ص۴۵
ٹیلی فون اور موبائل فون استعمال کرنے کے آداب (قسط۱)	// //	شمارہ۳ص۴۸
ٹیلی فون اور موبائل فون استعمال کرنے کے آداب (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۴ص۴۷
موٹر سائیکل اور گاڑی وغیرہ چلانے کے آداب (قسط۱)	// //	شمارہ۵ص۵۱

موٹرسائیکل اور گاڑی وغیرہ چلانے کے آداب (دوسری وآخری قسط)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۶ ص۴۵
دعوت کے آداب (قسط۱)	// //	شمارہ۷ ص۴۴
دعوتِ طعام کے آداب (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۸ ص۳۹
ہدیہ وتحفہ لینے دینے کے آداب (قسط۱)	// //	شمارہ۹ ص۵۳
ہدیہ وتحفہ لینے دینے کے آداب (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۱۰ ص۵۱
راستہ کے آداب (قسط۱)	// //	شمارہ۱۱ ص۴۸
راستہ کے آداب (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۱۲ ص۴۸

﴿اصلاح وتزکیہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
کامل شیخ کی پہچان (قسط۲)	ترتیب: مفتی محمد رضوان	شمارہ۱ ص۵۰
آج کل کی رسمی پیری فقیری اور درویشی	// //	شمارہ۲ ص۴۸
بزرگی کے انتخاب اور معیار میں غلطیاں	// //	شمارہ۳ ص۵۱
بزرگی کے انتخاب اور معیار میں غلطیاں (قسط۲)	// //	شمارہ۴ ص۵۱
اصلاح کے بغیر خالی پیری مریدی کافی نہیں	// //	شمارہ۵ ص۵۳
والدین کا حق پیر سے زیادہ ہے	// //	شمارہ۶ ص۴۸
تصوف الفاظ اور کیفیات کا نام نہیں	// //	شمارہ۷ ص۴۶
ان چیزوں کا نام تصوف نہیں	// //	شمارہ۸ ص۴۱
ان چیزوں کے لئے اہلُ اللہ سے تعلق قائم نہ کرو	// //	شمارہ۹ ص۵۵
مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۲۱)	// //	شمارہ۱ ص۵۲
مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (بائیسویں وآخری قسط)	// //	شمارہ۲ ص۵۳
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۱)	// //	شمارہ۴ ص۵۳
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۲)	// //	شمارہ۵ ص۵۸
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۳)	// //	شمارہ۶ ص۵۱
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۴)	// //	شمارہ۷ ص۴۹
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۵)	// //	شمارہ۸ ص۴۳
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۶)	// //	شمارہ۹ ص۵۷

Idara Ghufran

مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۷)	ترتیب: مفتی محمد رضوان	شمارہ۱۰ ص ۵۴
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۸)	// //	شمارہ۱۱ ص ۵۱
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۹)	// //	شمارہ۱۲ ص ۵۰

اصلاح العلماء والمدارس

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ضروری علمِ دین کے لئے عربی پڑھنا ضروری نہیں	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱ ص ۵۴
طلبہ کے سیاست وتحریکات میں شرکت کا نقصان	// //	شمارہ۲ ص ۵۵
عالم کے لئے مروجہ سیاست دانی ضروری نہیں	// //	شمارہ۳ ص ۵۷
علماء کا مروّجہ سیاست میں عملاً شریک ہونا	// //	شمارہ۴ ص ۵۷
طلباء کو نرمی کے ساتھ مانوس کرنے کی ضرورت	// //	شمارہ۵ ص ۶۲
طلبہ پر بے جا سختی اور تشدُّد کے نا قابلِ تلافی نقصانات	// //	شمارہ۶ ص ۵۵
ختمِ بخاری کے عنوان سے کیا ہونے لگ رہا ہے	// //	شمارہ۷ ص ۵۳
دینی نصاب کا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے	// //	شمارہ۸ ص ۴۶
اہلِ علم کو استغناء کی ضرورت	// //	شمارہ۹ ص ۶۰
مولوی کے بعد مولانا اور اب ڈاکٹر کی باری ہے	// //	شمارہ۱۰ ص ۵۸
ادارہ کے نصاب کی بنیاد کن خطوط پر ہونی چاہئے	// //	شمارہ۱۱ ص ۵۵
مدرسین ومعلمین سے چند باتیں (قسط۱)	// //	شمارہ۱۲ ص ۵۴

علم کے مینار

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۳)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۱ ص ۵۹
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۴)	// //	شمارہ۲ ص ۵۹
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۵)	// //	شمارہ۳ ص ۶۰
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۶)	// //	شمارہ۴ ص ۶۱
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۷)	// //	شمارہ۵ ص ۶۴
ہرچہ گیرد علّتی ...... (قسط۸)	// //	شمارہ۶ ص ۶۱

ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۹)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۷ص۵۸
ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۱۰)	// //	شمارہ۸ص۵۰
ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۱۱)	// //	شمارہ۹ص۶۲
ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۱۲)	// //	شمارہ۱۰ص۶۱
ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۱۳)	// //	شمارہ۱۱ص۵۹
ہرچہ گیرد علّتی......(قسط۱۴)	// //	شمارہ۱۲ص۵۷

﴿تذکرۂ اولیاء﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (تیسری وآخری قسط)	مولوی عبدالسلام	شمارہ۱ص۶۵
خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ	// //	شمارہ۲ص۶۳
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۱)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۳ص۶۴
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۲)	// //	شمارہ۴ص۶۵
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۳)	// //	شمارہ۵ص۶۷
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۴)	// //	شمارہ۶ص۶۷
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۵)	// //	شمارہ۷ص۶۲
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۶)	// //	شمارہ۸ص۵۴
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۷)	// //	شمارہ۹ص۶۶
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۸)	// //	شمارہ۱۰ص۶۸
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۹)	// //	شمارہ۱۱ص۶۵
تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۱۰)	// //	شمارہ۱۲ص۶۲

﴿پیارے بچو!﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
صاف سُتھرے اور میلے کچیلے بچّے	مفتی ابوریحان	شمارہ۱ص۶۸
صبر اور بے صبری کا پھل	// //	شمارہ۲ص۶۶
پرانے اور آج کے کھیل (قسط۱)	// //	شمارہ۳ص۶۷

Iqra Ghufran

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
پرانے اور آج کے کھیل (قسط۲)	مفتی ابوریحان	شمارہ۴ص ۶۸
پرانے اور آج کے کھیل (تیسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۵ص ۷۰
صحت کے لئے نقصان دہ چیزیں	// //	شمارہ۶ص ۶۹
دوسروں کی خدمت اور عزّت کیجئے	// //	شمارہ۷ص ۶۷
رمضان اور روزہ کیا ہے؟	// //	شمارہ۸ص ۵۹
عید کیا ہے؟	// //	شمارہ۹ص ۷۱
ہمارے ماں باپ کون اور کیا ہیں؟	// //	شمارہ۱۰ص ۷۱
بڑی عید اور قربانی	// //	شمارہ۱۱ص ۷۱
پڑھنا لکھنا کیوں ضروری ہے؟	// //	شمارہ۱۲ص ۶۵

﴿بزمِ خواتین﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
شادی کو سادی بنایئے (قسط۸)	مفتی محمد رضوان	شمارہ۱ص ۷۰
داڑھی والے شوہر سے نفرت	// //	شمارہ۲ص ۶۸
حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۱)	// //	شمارہ۳ص ۷۱
حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۲)	// //	شمارہ۴ص ۷۲
حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۳)	// //	شمارہ۵ص ۷۲
حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۴)	// //	شمارہ۶ص ۷۲
حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (آخری قسط)	// //	شمارہ۷ص ۶۹
خواتین اور رمضان	مفتی ابوشعیب	شمارہ۸ص ۶۳
خواتین اور اعتکاف وعید الفطر	// //	شمارہ۹ص ۷۶
وقت کی قدر کیجئے	// //	شمارہ۱۰ص ۷۵
سونے چاندی کا استعمال اور اس کے شرعی تقاضے (قسط۱)	// //	شمارہ۱۱ص ۷۵
سونے چاندی کا استعمال اور اس کے شرعی تقاضے (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ۱۲ص ۶۸

﴿آپ کے دینی مسائل کا حل﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
خواتین کا تبلیغی جماعت میں جانا	ادارہ	شمارہ۱ص ۷۵
مسجد میں بعد میں آنے والوں کے لئے جماعتِ ثانیہ کا حکم	// //	شمارہ۲ص ۷۷

منت اور غیر منت کے بکرے کے صدقہ وذبح کی تحقیق	ادارہ	شمارہ۳ص۷۶
کرنسی کی زکاۃ میں چاندی کا نصاب معتبر ہے یا سونے کا؟	// //	شمارہ۴ص۷۸
اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم	// //	شمارہ۵ص۷۶
کیا حلال مذبوحہ جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے؟	// //	شمارہ۶ص۷۸
تحصیل ٹیری ضلع کوہاٹ کے جاگیردارانہ نظام کی شرعی حیثیت	// //	شمارہ۷ص۷۴
موسیقی کے انداز میں محفلِ حُسنِ قرائت اور نعت خوانی کا شرعی حکم	// //	شمارہ۸ص۷۰
مروّجہ تسبیح تراویح کی شرعی حیثیت	// //	شمارہ۹ص۸۱
حج اور عیدُ الاضحیٰ کی قربانی میں فرق	// //	شمارہ۱۰ص۸۰
حج وعمرہ کے موقعہ پر خواتین کے حرمین شریفین میں نماز پڑھنے کا حکم	// //	شمارہ۱۱ص۷۹
مَردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق کا ثبوت	// //	شمارہ۱۲ص۷۲

کیا آپ جانتے ہیں؟

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۲)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۱ص۸۰
بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۳)	// //	شمارہ۲ص۸۴
بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۴)	// //	شمارہ۳ص۸۹
بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۵)	// //	شمارہ۴ص۸۵
بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (چھٹی وآخری قسط)	// //	شمارہ۵ص۹۳
چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)	// //	شمارہ۶ص۸۵
چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)	// //	شمارہ۷ص۸۶
چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)	// //	شمارہ۸ص۸۵
چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)	// //	شمارہ۹ص۸۶
سوالات وجوابات	ترتیب: مفتی محمد یونس	شمارہ۱۰ص۸۲
سوالات وجوابات	// //	شمارہ۱۱ص۸۶
سوالات وجوابات	// //	شمارہ۱۲ص۹۳

﴿عبرت کدہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۰)	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۱ص۸۵
ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۱)	// //	شمارہ۲ص۸۸
ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۲)	// //	شمارہ۳ص۹۲
ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۳)	// //	شمارہ۴ص۸۸
ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۴)	// //	شمارہ۵ص۹۷
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (پندرہویں و آخریں قسط)	// //	شمارہ۶ص۸۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۱)	مولوی طارق محمود	شمارہ۷ص۹۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۲)	// //	شمارہ۸ص۹۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۳)	// //	شمارہ۹ص۸۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۴)	// //	شمارہ۱۰ص۸۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۵)	// //	شمارہ۱۱ص۹۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۶)	// //	شمارہ۱۲ص۹۶

﴿طب وصحت﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
شقیقہ (MIGRAINE)	حکیم محمد فیضان	شمارہ۱ص۸۹
نقرس (GOUT) وجع المفاصل (RHEUMTISM)	// //	شمارہ۲ص۹۳
تربوز (watermelon)	// //	شمارہ۳ص۹۵
آم (MANGO)	// //	شمارہ۴ص۹۲
دہی (Curd)	// //	شمارہ۵ص۱۰۰
لیموں (LEMON)	// //	شمارہ۶ص۹۱
انگور (GRAPES)	// //	شمارہ۷ص۹۲
کھجور (DATE)	// //	شمارہ۸ص۹۳
کیلا (BANANA)	// //	شمارہ۹ص۹۳

Idara Ghufran

ڈینگی بخار (Dengue Heamorrhagic Fever)	حکیم محمد فیضان	شمارہ۱۰ ص۹۱
مچھلی (FISH)	// //	شمارہ۱۱ ص۹۴
امرود (GUAVA)	// //	شمارہ۱۲ ص۱۰۰

﴿اخبارِ ادارہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	شمارہ۱ ص۹۲
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۲ ص۹۶
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۳ ص۹۸
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۴ ص۹۶
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۵ ص۱۰۳
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۶ ص۹۵
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۷ ص۹۶
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۸ ص۹۶
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۹ ص۹۶
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۱۰ ص۹۵
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۱۱ ص۹۷
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ۱۲ ص۱۰۲

﴿اخبارِ عالم﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	ابرار حسین ستی	شمارہ۱ ص۹۳
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۲ ص۹۷
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۳ ص۹۹
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۴ ص۹۸
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۵ ص۱۰۵
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۶ ص۹۶
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۷ ص۹۷

قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	ابرار حسین ستی	شمارہ۸ ص ۹۷
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۹ ص ۹۷
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۱۰ ص ۹۷
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۱۱ ص ۹۸
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ۱۲ ص ۱۰۳

﴿انگریزی صفحہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
Hidden Dealing of Govt Employee About Rent With Owner of House.	ابرار حسین ستی	شمارہ۱ ص ۱۰۰
Some Rulings for Jewellery	// //	شمارہ۲ ص ۱۰۰
Some Rulings for Jewellery	// //	شمارہ۳ ص ۱۰۰
Some Rulings for Jewellery	// //	شمارہ۴ ص ۱۰۰
Exchanging of Gold and Silver With Currency	// //	شمارہ۵ ص ۱۰۸
Exchanging of Gold & Silver with currency in installments	// //	شمارہ۶ ص ۱۰۰
Selling Marchandise On Different Rates To Different Buyers	// //	شمارہ۷ ص ۱۰۰
Value of One Fasting of Ramzan	// //	شمارہ۸ ص ۱۰۰
SeekingReligiousKnowledgeIs Obligatory	// //	شمارہ۹ ص ۱۰۰
Seeking Religious Knowledge Is Obligatory	// //	شمارہ۱۰ ص ۱۰۰
Wearing of ornaments except gold or silver	// //	شمارہ۱۱ ص ۱۰۰
The Beginning of New Islamic Year and Our Condition	// //	شمارہ۱۲ ص ۱۰۶

Idara Ghufran